اشاعت ثالث (بمصداق کلام حمید:- اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ) ۱۹۵۸ء

مَلفُوظاتِ اَمیرِ المِلّت

اعلیحضرت امیرِ ملّت قبلۂ عالم الحاج حافظ

پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدّث علی پوری

رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عَنہُ

ملفوظاتِ امیر الملّت رض

اعلیحضرت غوثِ زماں قطبِ دوراں قبلۂ عالم

الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب

محدث علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مُرتَّبَہٗ

جناب حاجی محمد عثمان صاحب

وظیفہ یاب میر محاسب سررشتہ تعلیمات حیدرآباد دکن

طبع سوم (ایک ہزار)
تنویر پرنٹنگ ورکس کراچی

سنہ ۱۹۵۸ء

قیمت دو روپیہ

فہرست مضامین ملفوظاتِ امیر الملّت

۷۸۲
۹۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ اشاعت ثالث

ملفوظات امیر الملت

ملفوظات طیبات اعلیٰ حضرت امیر ملت قبلہ عالم محدث علی پوری رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ۱۳۶۹ھ میں برادر طریقت جناب حاجی محمد عثمان صاحب حیدر آبادی نے خود چھپوا کر حیدر آباد دکن سے شائع فرمائے تھے۔ جس کی مفصل کیفیت جناب مولف کے "عرض حال" سے معلوم ہوگی۔ حاجی محمد عثمان صاحب مولف کتاب ہم سب خدام درگاہ شاہ جماعتؒ کے زیادہ سے زیادہ شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ہم کو اس نعمت عظمیٰ سے مستفیض ہونے کا موقع عطا فرمایا۔ حاجی صاحب ممدوح کے خلوص و عقیدت اور اس مرتبہ و فضیلت کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ روحی فداہ کے لاکھوں خادموں اور جاں نثاروں میں حاجی محمد عثمان صاحب واحد و منفرد ہستی ہیں جنھوں نے اپنے پیر و مرشدؓ کے ملفوظات شریف جمع کئے۔ ہفتوں مہینوں حضور کی خدمت میں بیٹھ کر حضور کی زبانی کلمات طیبات کو لکھا اور مرتب کر کے شائع کر دیا۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔

جب کتاب کا پہلا ایڈیشن قریب ختم ہوا تو حضرت مؤلف حاجی محمد عثمان صاحب کی اجازت سے کراچی کے برادران طریقت نے دوسرا ایڈیشن ۱۳۷۴ھ (۱۹۵۵ء) میں شائع کیا۔

جس کے محرک برادر طریقت محمد عالمگیر خاں صاحب تھے اور اہتمام طباعت میں دوسرے بھی شریک تھے۔

اب دوسرا ایڈیشن بھی تقریباً ختم ہو چکا ہے اس لئے یاران کراچی کے سعی و اہتمام سے تیسری مرتبہ ملفوظات شریف اشاعت پذیر ہوتے ہیں۔ دوسری اشاعت میں بھی کتابت و طباعت کی غلطیاں رہ گئی تھیں۔ تیسری اشاعت میں ان کو درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک مفید اضافہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ جن اشعار اور آیات کریمہ کا ترجمہ متن کتاب میں نہ تھا، اس کو حواشی میں لکھدیا گیا ہے۔

یہ بھی تجویز تھی کہ دوسرے ملفوظات و ارشادات جو اس کتاب میں درج نہیں ہیں ان کو بھی مرتب کر کے کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل کر دیا جائے۔ لیکن اس کا اہتمام بالفعل نہ ہوسکا۔ انشاء اللہ چوتھے ایڈیشن میں اس کی سعی کی جائے گی۔

کراچی۔ ۲۷ فروری ۱۹۵۸ء
۷ شعبان ۱۳۷۷ھ

احقر حامد حسن قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ وآلہ الطاہرین وازواجہ امہات المومنین واصحابہ الاکرمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ امابعد

عرض ہے کہ حضور قبلہ الحاج حافظ محدث پیر سید جماعت علی شاہ صاحب مدظلہٗ زاد فیضانہٗ جب کبھی حیدر آباد دکن تشریف فرما ہوتے تھے تو کمترین و فدویت آگین ضعیف البنیان محمد عثمان وظیفہ یاب میر محاسب سررشتہ تعلیمات مملکت حیدر آباد دکن ابن محمد عبد الوہاب صاحب مرحوم و مغفور کان اللہ لہما ولاسلافہما واخلافہما۔ حضور ممدوح کے ارشادات و مواعظ۔ اکثر بلفظہٖ اور بعض کے مطالب قلم بند کر لیا کرتا تھا۔ خوش قسمتی سے دو مرتبہ حج میں بھی حضور ممدوح کی معیت کا شرف داعی ہذا کمترین کو نصیب ہوا۔ سفر حج کے دوران میں جہاز پر اور زمانِ قیام حرمین شریفین میں کمترین کی حاضرین کے وقت جو ارشادات ہوا کرتے تھے ان میں سے بھی اکثر قلمبند کر لیا کرتا تھا۔ اس طرح حضور ممدوح کے ارشادات کا ایک مجموعہ قلم بند ہوا۔ کمترین نے اس کے ۲۵ عنوانات قرار دے کر ہر عنوان کے تحت مایتعلق بہٖ ارشادات کی ترتیب دی اور ایک دفعہ حضور ممدوح جب حیدر آباد دکن میں تشریف فرما تھے ان کے ملاحظہ اشرف میں گزران کر ان کی طباعت و اشاعت کی استدعا کی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ پہلے میں ان سب کو سُن لوں گا اس کے بعد اجازت دی جا سکے گی۔ چنانچہ ایک دو عنوانات کے مضامین کو سماعت فرما کر ارشاد عالی ہوا کہ ہر ایک عنوان کے متعلق میں خود شروع ہی سے لکھوا دیتا ہوں روزانہ جس قدر ہو سکے قلم بند کر لینا۔ ماہ رجب ۱۳۶۲ھ میں بمقام بلدہ حیدر آباد دکن یہ سلسلہ شروع ہوا۔ کمترین روزانہ ۸-۹ بجے دن کے حاضر خدمت اقدس ہوتا تھا۔ حضور قبلہ عالم ارشاد فرماتے تھے اور کمترین قلم بند کر لیا کرتا تھا۔ چند روز بعد مدراس، بنگلور، میسور کی طرف نہضت زمانی کا قصد ظاہر ہوا۔ عنوانات میں سے بعض معرا ہی رہے کمترین نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو بنگلور یا میسور حاضر ہو کر تکمیل کر لی جائے گی۔ اجازت عطا فرمائی گئی۔ بلکہ میسور پہنچ کر کمترین کو حضوری کا ارشاد ہوا۔ ماہ رمضان المبارک سنہ مذکور میں کمترین بمقام

میسور حاضر خدمت اقدس ہوا۔ بقیہ عنوانات پر بھی ارشادات عالیہ قلم بند کر لئے گئے۔ جو آئندہ صفحہ سے صفحہ تک مطبوعہ ہیں۔

حکم ہوا کہ اب ان کو جلد طبع و شائع کرنا۔

اثنا ء رونق افروزی حیدرآباد دکن میں ایک یار طریقت نے رائے ظاہر کی کہ اس مجموعہ ارشادات کو "ملفوظات امیر الملت" سے موسوم کیا جائے تو مناسب ہوگا۔ حضور قبلہ عالم نے تبسم فرمایا۔ اسی تبسم کو پسندیدگی پر دال تصور کر کے اس مجموعہ کا نام "ملفوظات امیر الملت" تجویز کیا گیا۔

بعض ناگزیر وجوہات فوری طبع و اشاعت میں مانع ہوئے۔ جس کا نہایت درجہ افسوس رہا۔

کل امر مرھون باوقاتھا۔

حضور قبلہ عالم کے سفر حج ۱۳۶۸ھ کی خبر نے دل میں چٹکیاں لیں اور طبع و اشاعت کے انتظام پر انتہائی درجہ مائل کیا۔ الغرض یہ مجموعہ ارشادات بفضلہ تعالیٰ شانہ و بہ یمن دعائے قبلہ عالم ماہ محرم ۱۳۶۹ھ سے ماہ رجب ۱۳۶۹ھ تک اپنے طبع کے آغاز سے اختتام کو پہنچا یہ مجموعہ ایسا مرتب ہوا ہے کہ جس میں حضور قبلہ عالم کے زبان فیض ترجمان سے جو مبارک الفاظ مترشح ہوئے وہ بجنسہا حیطۂ تحریر میں لائے گئے اس میں کوئی ایک حرف بھی کمترین کا طبع زاد نہیں ہے اس لئے یقین ہے کہ مریدین و مسترشدین کے لئے بطور خاص حرز جاں اور عوام کے لئے عام طور پر رہنمائے حقیقی ثابت ہوگا۔

طباعت کی بعض خامیاں اس میں موجود ہیں جن کو صحت نامہ میں درج کر دیا گیا ہے اس کے علاوہ کوئی اور خامی نظر آ جائے تو براہ کرم مطلع فرمایا جائے طبع آئندہ میں اس کی ممنونیت کے ساتھ اصلاح کر لی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ، حضور قبلہ عالم و صاحبزادگان عالی شان کو تا دیرگاہ سلامت باکرامت رکھے اور یاران طریقت فیضان سے مستفیض ہوں۔ آمین ثم آمین۔

معروضہ خدیت آگین ضعیف البنیان حاجی محمد عثمان ابن محمد عبدالوہاب صاحب مرحوم و مغفور

(مرقومہ ۱۳۶۹ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام سچّا مذہب ہے

دنیا میں ہزار ہا مذہب ہیں، اگر بغور و تحقیق دیکھا جائے تو سچا مذہب اسلام ہے اگرچہ کسی مومن کے لئے دلیلوں کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ لفظ ایمان کے معنی ہیں "مان لینا اور دل میں یقین کرلینا" اس میں دلیل یا حجت کی ضرورت نہیں۔ مخالفین اسلام کے لحاظ سے فقیر دو تین دلیلیں بیان کرتا ہے۔

(۱) جب قرآن شریف عربی زبان میں عرب شریف میں نازل ہوا تو اس وقت دو ملک نزدیک تھے۔ مصر اور شام۔ مصر میں سُریانی زبان بولی جاتی تھی۔ اور ملک شام میں عبرانی۔ توریت شریف تو سُریانی زبان میں تھی اور انجیل شریف عبرانی میں۔ سب سے بڑا معجزہ اسلام کے سچے ہونے کا یہ ہے کہ جب قرآن شریف نازل ہوا تو خدائے تعالیٰ نے نہ صرف اُن کتابوں کو ہی اُٹھالیا بلکہ اُن زبانوں کو بھی اُٹھالیا جن زبانوں میں دونوں کتابیں نازل ہوئی تھیں۔ آج جاکر سارے ملک مصر میں دیکھو ایک گھر میں بھی سُریانی زبان نہیں بولی جاتی۔ اور سارے ملک شام میں جاکر ہر گھر میں تحقیق کرو ایک گھر میں بھی عبرانی زبان نہیں بولی جاتی۔ اب ان دونوں ملکوں میں کونسی زبان بولی جاتی ہے؟ عربی۔ اس سے ثابت ہوا کہ عربی زبان میں نازل ہونے والی کتاب قرآن شریف کا مذہب جو "اسلام" ہے وہی سچا ہے۔

اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

(۲) سب سے بڑھ کر اسلام کے دشمن یہودی تھے۔ ان کے بعد نصاریٰ۔ اخبار بین لوگ ہمیشہ پڑھتے یا دیکھتے ہوں گے کہ جرمن۔ فرانس۔ اٹلی۔ انگلینڈ۔ امریکہ۔ افریقہ

ہیں جب نصاریٰ جلسے کرتے ہیں تو اُن کے بڑے بڑے بشپ یعنی لارڈ پادری بیان کرتے ہیں کہ دنیا میں سچا مذہب ہے تو اسلام ہی ہے۔

(۳) لاہور میں ایک انگریز تھا۔ ہالرائڈ نام پنجاب کا ناظم تعلیمات تھا۔ اُس نے اپنے سررشتہ دار سے جو مسلمان تھا پوچھا کہ اسلام کے سچا ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ سررشتہ دار نے جواب میں تامل کیا تو انگریز موصوف نے خود کہا کہ میں بتاتا ہوں سُنو۔ ولایت کی پارلیمنٹ میں سات سو آدمی ہیں۔ ایک ایک آدمی کی عقل ہزار ہزار آدمی کی عقل کے برابر ہے۔ یہ سارے گویا سات لاکھ آدمیوں کی عقل کے برابر ہیں۔ یہ سب مل کر ایک قانون بناتے ہیں۔ ایک سال بھی گزرنے نہیں پاتا کہ اس میں ترمیم کی ضرورت پڑتی ہے۔ تمہارے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرب کے جنگل میں بیٹھ کر ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ایک قانون اسلام کا بنایا آج تک اس میں ترمیم کی ضرورت نہیں واقع ہوئی۔ یہی دلیل اسلام کے سچا ہونے کی ہے۔

(۴) جب قرآن شریف نازل ہوا تو اس وقت کے عربوں کو اپنی زبان کی فصاحت اور بلاغت کا بڑا دعویٰ تھا۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ دنیا میں جو فصاحت و بلاغت مکہ شریف والوں کو دی گئی ہے۔ وہ اور کسی ملک والے کو نہیں دی گئی۔ چنانچہ اس کی بنا پر خانہ کعبہ شریف کے دروازے پر سات قصیدے سات شاعروں نے لٹکائے ہوئے تھے۔ اور ان کا دعویٰ تھا کہ اگر ہمارے مقابلہ میں کوئی زبان دان ہے تو ایسا لکھے۔ چنانچہ وہ ساتوں قصیدے (سبعہ معلقہ) چھپے ہوئے موجود ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی کے مولوی عالم کی کلاس میں نصاب میں داخل ہیں۔ جن کے چند شعر فقیر کو زبانی بھی یاد ہیں۔ سب سے بڑا شاعر امراء القیس سمجھا جاتا ہے جس کا سبعہ معلقہ میں سب سے پہلا قصیدہ ہے اور اُس کا پہلا شعر ہے۔

قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرٰى حَبِيبٍ وَّمَنْزِلِ ۔۔۔ بِسَقْطِ اللِّوٰى بَيْنَ الدَّخُوْلِ فَحَوْمَلِ

، جب یہ سورۃ شریف نازل ہوئی۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ
یہ سورۃ صرف ایک سطر ہے۔ جب یہ نازل ہوئی تو حضرت نے حکم دیا کہ اس کو لکھ کر خانہ کعبہ شریف کے دروازہ پر لٹکا دو۔ وہ ساتوں شاعر زندہ تھے۔ انہوں نے جب اس سورۃ کو پڑھا تو اپنے اپنے قصیدے اتار لئے اور بآنگِ دہل بول اٹھے کہ اس کلام الٰہی کے مقابلہ میں ہماری فصاحت و بلاغت یا زباندانی کچھ بھی نہیں۔

(۵) قرآن شریف میں علاوہ فصاحت و بلاغت کے شفا اور رحمت بھی ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن شریف خدائی قانون کی کتاب ہے۔ یہ جھاڑ پھونک کے واسطے نہیں ہے۔ کاش وہ کبھی یہ آیت قرآن شریف کی پڑھ لیتے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (پ ۱۵ ع ۹ بنی اسرائیل) خدائے تعالے تو فرما دیں قرآن شریف میں ہر بیماری کے لئے شفا ہے اور مومنوں کے واسطے رحمت ہے۔ اور وہ لوگ انکار کریں۔ افسوس صد افسوس وہ دیوانے اتنا نہیں سمجھتے کہ جڑی بوٹی لاکھوں قسم کی ہیں۔ ساری دنیا کے لوگ اس بات کو مانتے ہیں۔ اور یقین بھی رکھتے ہیں کہ ان جڑی بوٹیوں میں تاثیر ہے۔ جو دوائی ساری دنیا میں لوگ استعمال کرتے ہیں وہ یا تو زمین کے بخارات ہوں گے۔ یا زمین کے اندر کی چیزیں یعنی معدنیات ہوں گے۔ ان زمین کے بخارات کی تاثیر کو سب مانتے ہیں کہ ان میں تاثیر ہے۔ ایک روپیہ بھر بھنگ کا پتا پیس کر کسی کو پلا دو۔ دس منٹ کے بعد وہ بیہوش ہو جاتا ہے۔ ایک پاؤ بھر شراب کسی کو پلا دو تو دس منٹ میں اس کی تاثیر ہو جائے گی۔ اور پینے والا مست ہو جائے گا ان جڑی بوٹیوں اور زمین کے بخارات کی تاثیر کو سب مانتے ہیں اسی واسطے لاکھ ہا روپیہ دیکر خریدتے ہیں۔ اگر تاثیر کو نہ مانیں تو کیوں خریدیں۔ ان چیزوں کی تاثیر کو سب مانتے ہیں مگر

ے اور ہم قرآن کے ذریعہ سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔

نہیں مانتے تو ان چیزوں کے پیدا کرنے والے کے کلام میں تاثیر نہیں مانتے لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۰

(۶) رفاعی فقیروں کے قصے اور عملیات روزانہ دیکھے جاتے ہیں۔ کیسی کیسی حرکتیں وہ کرتے ہیں، کوئی چھری سے پیٹ پھاڑ کر آنتیں باہر نکالتا ہے۔ کوئی گرز سے گردن کے آر پار سوراخ کرتا ہے۔ کوئی زبان کاٹ لیتا ہے مگر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلتا۔ اور لعاب دہن لگا کر زخموں کو اسی وقت چنگا کر لیتا ہے۔ یہ کیا ہے۔ یہ سب روحانی برکتیں قرآن شریف کی ہیں جو مذہب اسلام کے سچا ہونے کے لئے بہت کافی ہیں۔

(۷) قرآن شریف میں ۱۱۴ سورتیں اور ۶۶۶۶ آیتیں ۷۷۴۲۷ کلمات اور ۳۲۰۰۰۰ حروف ہیں۔ ہر سورۃ اور ہر آیت ہر لفظ اور ہر حرف کی سیکڑوں برکتیں روحانی ہیں۔

ارکان اسلام

اسلام کے ارکان پانچ ہیں

(۱) توحید و رسالت (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج

آگے ہر رکن کی نسبت چند امور بیان کئے گئے ہیں جن کا یاد رکھنا ان پر یقین رکھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ تاکہ اسلام کی کامل اتباع ہو اور فیوض و برکات اسلام شامل حال مسلمان ہوں۔

توحید و رسالت

کلمہ شریف

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

(۱) اسلام کا دارومدار کلمہ شریف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر ہے

جس کا ترجمہ یہ ہے "نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں"! کلمہ شریف کا پڑھنا ہر ایک مسلمان پر ساری عمر میں ایک دفعہ فرض ہے۔ ایک دفعہ دل سے پڑھ لیا تو ساری عمر کے گناہ اور ساری عمر کے شرک بخشے گئے۔

(۲) کلمہ شریف کے دو جز ہیں۔ جز اول توحید یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ جز دوم رسالت یعنی محمد رسول اللہ۔ ان دونوں جزوں میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی ہ ختم ہوئی تو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کی م شروع ہوئی۔

(۳) فقط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھ لیا تو موحد بن گیا۔ مومن نہیں بنا مومن کب بنے گا جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ پورا پڑھے گا۔

ہمارے لئے سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل نعمت ایمان کی نعمت ہے

لا الہ الا اللہ تو شیطان بتاہے پھر اس کو لعنتی کیوں کہتے ہو شیطان کہتا ہے اِنِّیْٓ اَخَافُ اللہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ جتنے فرقے دنیا میں ہیں سب توحید کے قائل ہیں۔ بھنگی ہوں یا چوڑے چمار۔ عیسائی ہوں یا کوئی اور۔ مگر ملعون کیوں ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھتے ہیں۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ نہیں پڑھتے۔

(۴) کلمہ شریف کے ۲۴ حرف ہیں مگر کسی پر نقطہ نہیں۔ بارہ حروف جزو اول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں۔ بارہ حرف جزو دوم محمد رسول اللہ میں۔ ایمان میں دونوں جزو برابر ہیں۔ بلکہ جزو دوم "رسالت" پہلے اور جزو اول "توحید" پیچھے۔ جب تک جز دوم پر ایمان نہ لائے اس وقت تک جز اول کا قائل مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا توحید پر بھی ایمان نہیں ہو سکتا۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللہَ۔

(۵) قرآن شریف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک کے وسیلہ سے ہم تک پہنچا۔ جو لوگ وسیلہ کا انکار کرتے ہیں کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ قرآن شریف

لہ بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام عالمین کا رب ہے ۲ھ جو شخص رسول کی اطاعت کرے تو بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی

اللہ تعالیٰ نے اپنی زبانِ مبارک سے ہم کو پڑھ کر سنایا؟۔

(۶) موحد ہونا تعریف کی بات نہیں ہے۔ مومن ہونا تعریف ہے۔ قرآن شریف میں ۶۲۶۶ آیات شریف ہیں کسی میں یَا اَیُّھَا الْمُوَحِّدُوْنَ نہیں فرمایا۔ بلکہ فرمایا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔

(۷) ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اللہ بتایا ہے اس کا راستہ دکھایا ہے

مست کیا جانے کہ ہے کعبہ کدھر دیر کہاں عمر ساری تری بیٹھی پہ گزاری ساقی

(۸) صرف محمد رسول اللہ پڑھ لیا تو شرع کی رو سے وہ مومن بن گیا اس میں توحید بھی آگئی۔ اور رسالت بھی۔ ہماری نجات قیامت کے دن عملوں پر نہیں ایمان پر اعتقاد پر ہے۔ سب سے پہلے اعتقاد پوچھا جائے گا۔ پھر عملوں کی نسبت سوال کیا جائے گا

(۹) دنیا میں جو مومن ہے وہ موحد ہے۔ پہلے موحد ہوگا تو پیچھے مومن بنے گا مگر ہر ایک موحد مومن نہیں بن سکتا۔

(۱۰) کلمہ شریف کے دو جز ہیں پرندے کے دو پر کی طرح۔ پرندے کا ایک پر ٹوٹ جائے تو وہ ایک پر سے بالشت بھر اڑ نہیں سکتا۔ جب تک اس کے دونوں پر صحیح سلامت نہ ہوں۔ ایسا ہی ہمارا کلمہ شریف بارگاہِ الٰہی میں نہیں پہونچ سکتا جب تک اس کے دونوں پر یعنی دونوں جز توحید و رسالت صحیح وسالم نہ ہوں۔

(۱۱) "محمد رسول اللہ" اس کے بھی دو جز ہیں۔ ایک جز محمد دوسرا جز رسول اللہ آپ کا اسم شریف محمدؐ ہے اور رسول اللہ وصف بانعت ہے وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ مسلمانوں نے آج تک لفظ محمد کے معنی بھی نہیں سمجھے۔

ملہ اے توحید والو۔ ملہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ ملہ اے مومنو! تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ ملہ اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

اگر سمجھ لیتے تو کوئی آج تک گمراہ نہ ہوتا۔ لفظ محمدؐ کے معنی حمد کیا گیا بہت سراہا گیا۔ تعریف کیا گیا۔ اس نام پاک کے وضع کرنے میں صدہا حکمتیں ہوں گی۔ ایک حکمت جو میری سمجھ میں آئی ہے۔ وہ میں بیان کر دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ:۔

(۱) آریہ یا برہمو سماج یا نصاریٰ یا یہودی یا کوئی اور۔ آپ کی مذمت۔ اہانت۔ بے ادبی کرنا چاہے تو جب آپ کا نام پاک اس کی زبان پر آئے تو نام آتے ہی اس نام پاک کی تعریف ہو جائے گی۔ پیچھے اہانت کرتا رہے جو اہانت یا بے ادبی تعریف کے بعد کی جائے وہ کس کام کی۔

(۲) دوسرا عربی میں دو لفظ ہیں (۱) شکر (۲) حمد۔ شکر کا لفظ انسان کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ اور رب کے لئے بھی۔ دیکھو قرآن شریف وَ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْکَ۔ ترجمہ "میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا بھی"۔ حمد کا لفظ سوائے خدائے تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے بندے کے لئے نہیں بولا جاتا۔ حمد کا لفظ خدائے تعالیٰ کی ذاتِ پاک کا خاصہ ہے۔ دیکھو قرآن شریف اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وہی حمد کا لفظ رب نے اپنے محبوب کے نام میں داخل کر دیا۔ جو معنی الحمد للہ کے ہیں وہی لفظ محمدؐ کے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم اب آگے خود سمجھ لو۔

حضرت امجد اسی کو ایک رباعی میں یوں ظاہر فرماتے ہیں۔

کس سوچ میں ہیں جناب امجد کہیئے　　　الحمد میں کیوں ہے فکر بحمد کہیئے
جب قابلِ حمد ہے اُسی کی اک ذات　　　اللہ کو پھر نہ کیوں محمد کہیئے

آپ کا وصف یا نعت "رسول اللہ" ہے جو لوگ نعت شریف پڑھنے سے انکار کرتے ہیں وہ رسول اللہ کا لفظ کیوں پڑھتے ہیں۔ وہ اتنا ہی پڑھا کریں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمد۔ مگر صرف یہ پڑھنے والا مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ رسول اللہ کا لفظ نہ پڑھ لے۔ اور رسول اللہ کا لفظ نعت ہے۔ سارا قرآن شریف نعت ہے سو

محمدؐ مصطفےٰ لے کیف ممدوحِ الٰہی ہیں بشر کیا کوئی بھی ان کا ثنا خواں ہو نہیں سکتا
وصفِ خُلقِ کُسے کہ قسم آن است خُلق را وصفِ او چہ امکان است

(۱۲) سارا دار و مدار اسلام کا اسی مسئلہ توحید و رسالت پر ہے۔ سب سے پہلے قیامت کے دن ایمان کی نسبت سوال ہو گا جب اس میں کامیاب ہو جائے گا تو باقی کی نسبت بھی سوال کیا جائے گا۔ جب اس میں ناکامیاب ہو گیا تو حکم ہو گا کہ لے جاؤ اس کو جہنم میں۔ دوسرے امور کی نسبت پوچھا ہی نہ جائے گا۔ اس لحاظ سے مومن کا یہ فرض ہے کہ پہلے توحید اور رسالت پر اُس کا ایمان پکا ہو کیونکہ جب مکان کی بنیاد ہی ٹھیک نہ ہو اُس پر عمارت کیسے ٹھہر سکتی ہے۔ توحید اور رسالت بجائے سنگِ بنیاد کے ہیں۔ اور باقی نماز روزہ وغیرہ عمارت ہیں پس جب مکان کی بنیاد ٹھیک ہو گی اس پر عمارت بھی اچھی ٹھہرے گی۔ چنانچہ سب سے پہلے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے ایمان کو قائم کرے کیونکہ قیامت کے دن سب سے پہلے ایمان کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ ہر ایک مومن کا یہ فرض ہے کہ اس کا اس بات پر اعتقاد ہو کہ میرا مالک۔ خالق۔ رب۔ رازق ایک ہے۔ ورنہ وہ مومن نہیں۔ رب کے معنی پالنے والا۔ رازق کے معنی رزق دینے والا۔ رب نے جو رزق مقرر کیا ہے کوئی شخص ہزار محنت کرے ہزار کوشش کرے۔ بیش از قسمت پیش از وقت ایک دانہ بھی نہیں ملتا۔ خدائے تعالیٰ کلمہ شریف کا پڑھنا ہم سب کو آخر وقت میں بھی نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

نماز

(۱) نماز کیا ہے؟ دنیا کے کاموں کی طرف سے دل ہٹا کر رب کی بارگاہ میں

لے جس کے اخلاق کا وصف قرآن مجید ہے، اس کی تعریف مخلوق سے کیونکر ممکن ہے۔

دل لگانے کا نام نماز ہے۔ کافروں کے دربار میں حاضر نہ ہونے کا افسوس ہوتا ہے۔ مگر خدائے تعالیٰ کے دربار کی غیر حاضری کا افسوس نہیں ہوتا۔

(۲) نماز کی فکر کا نام نماز ہے۔ یعنی کوئی شخص کسی کام میں لگا رہے، مگر دل اس کا نماز میں ہے۔ مثلاً کبھی گھڑیال کو دیکھتا ہے۔ کبھی سورج کو دیکھتا ہے۔ کبھی کسی سے پوچھتا ہے کہ کیا وقت ہے تاکہ میری نماز کا وقت تنگ نہ ہو جائے جب تک ایسی فکر نہ پیدا ہو جائے اس وقت تک نماز ایک عادت و رسم ہے جو پوری کر دیتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ وہ فکر نصیب کرے۔ آمین۔

(۳) نماز فرض ہوئی معراج کی رات میں۔ جب حضورؐ اللہ پاک کے حضور میں تھے پچاس نمازیں حضورؐ کی اُمت کو پڑھنے کا بارگاہِ ایزدی سے حکم ہوا۔ حضورؐ کی جب حضرت موسیٰؑ سے آسمانوں پر ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا کتنی نمازیں فرض ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کہ پچاس۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ آپ کی اُمت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکتی۔ آپ بارگاہِ ایزدی میں جا کر نمازیں کم کرائیے۔ اس بنا پر حضورؐ نے واپس ہو کر نمازیں کم کرانے کی استدعا بارگاہ خداوندی میں پیش فرمائی۔ حکم ہوا پانچ نمازیں کم کی جاتی ہیں۔ اب (۴۵) نمازیں رہ گئیں۔ حضورؐ واپس ہوئے۔ پھر حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے عرض کیا آپ کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکتی پھر جائیے اور نمازیں کم کرائیے۔ پھر حضورؐ واپس تشریف لے گئے۔ حکم ہوا کہ پانچ نمازیں اور کم کر دی گئیں۔ اب چالیس نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ کے بار بار عرض کرنے پر آپ تشریف لے جاتے رہے اور نمازیں ہر مرتبہ پانچ پانچ کم ہوتی رہیں اور پانچ ہی باقی رہ گئیں حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ آپ کے غلاموں سے پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھی جاسکیں گی۔ جائیے اس سے بھی کم کرائیے۔ آپ کے دل کو سخت صدمہ پہنچا اور فرمایا کہ اس سے کیا کم کراؤں۔ میرے غلام اگر پچاس نمازیں پڑھتے تو ان کو جنت میں کتنے

درجے اور مرتبے ملتے۔ اور خیال کیا کہ دوسرے پیغمبروں کی اُمتوں کو جنت میں درجے اور مرتبے مل جائیں گے میری اُمت محروم رہ جائے گی۔ اس خیال کا دل میں آنا ہی تھا کہ حضرت جبریل تشریف لائے اور فرمایا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ جائیے آپ کے غلاموں میں سے جو پانچ نمازیں پڑھا کرے گا اس کو پچاس نمازوں ہی کا ثواب دیا جائے گا۔

ایک ایک نماز کے بدلے میں دس دس کا ثواب دیں گے۔ مسلمانوں کی بدنصیبی ہے کہ پانچ نمازیں پڑھ کر بھی پچاس نمازوں کا ثواب نہیں لیتے۔

(۴) قرآن شریف اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ "نماز پڑھا کرو اور مشرک نہ بنو" خدائے تعالیٰ نے نماز نہ پڑھنے والے کو مشرک فرمایا ہے۔

(۵) میرے استاد کی (خدائے تعالیٰ مغفرت فرمائے) ایک سو برس کی عمر تھی۔ فرماتے تھے کہ میں اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ قوم کے مغل تھے۔ پوچھا کہ صاحبزادہ کتنی نمازیں پڑھا کرتے ہو۔ عرض کی کہ پانچ۔ فرمایا کہ میں اُمتی ہو کر بھی پانچ اور تم سید آلِ رسول ہو کر بھی پانچ۔ صاحب زادہ تم سات نمازیں پڑھا کرو یعنی تہجد اور اشراق۔ آپ فرماتے تھے کہ جس وقت سے حضرت پیرو مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا اس وقت سے اب تک سو برس کی مدت گزر گئی۔ اس سو برس میں سات وقتوں کی نمازوں میں سے میری ایک وقت کی نماز بھی قضا نہیں ہوئی۔ یہ ہے نماز۔

(۶) حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ "جس نے دیدہ و دانستہ ایک نماز بھی چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا"۔

(۷) ایک دن ایک بزرگ کو شیطان نے کہا میں نے تو ایک سجدہ نہ کیا تھا ملعون ہو گیا۔ جو لوگ ایک دن میں پانچ وقت کی نماز کے سجدوں کی نافرمانی کرتے ہیں

سطہ جو شخص ایک نیکی کرے گا اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔

وہ کس درجہ کے ملعون ہوں گے؟

(۸) حضرت پیران پیر قدس سرہ العزیز کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ جارہے تھے خنزیر کو دیکھا کہ ایک کونہ میں منہ چھپائے بیٹھا ہے پوچھا کہ کیوں یہاں چھپ کے بیٹھا ہے جواب دیا کہ اس واسطے بیٹھا ہوں کہ بے نماز کا چہرہ نظر نہ آئے۔ گویا بے نمازی کا چہرہ دیکھنے سے خنزیر بھی پرہیز کرتا ہے اور نفرت کرتا ہے۔

(۹) نماز کیسی پڑھنی چاہیئے [۱] لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ دل میں بیچ اندیشے نکال رہا ہو اور ظاہر میں نماز کے ارکان ادا کئے جارہے ہوں تو ایسی نماز کا کیا فائدہ مولانا روم رح نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے ؎

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر [۲] ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

(۱۰) ایک بادشاہ کے پاس ایک شخص ایک لونڈی لے گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو محلات میں داخل کردیا جائے۔ جب رات کو بادشاہ محلات میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لونڈی کے دونوں کان اور ناک کٹے ہوئے ہیں۔ لونڈی لانے والے شخص پر بہت غصہ ہوا فرمایا کہ اس نے یہ کیا مسخری کی کہ بادشاہ کے پاس ناک کان کٹی ہوئی لونڈی لایا۔ اس کو سزا دی جائے۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ مطلب یہ کہ اللہ پاک کی بارگاہ میں ہم کو کیسی نماز پیش کرنی چاہیئے۔ اگر مثل کان ناک کٹی ہوئی لونڈی کے یعنی ایسی نماز جس کے ناک کان کٹے ہوں پیش کی جائے تو رب العالمین احکم الحاکمین ایسی نماز پڑھنے والے کو سزا دیں گے۔

---

[۱] ایک شاعر کہتا ہے :- شیطان ہزار مرتبہ بہتر ز بے نماز کو آں سجدہ پیش آدم وایں پیش حق نکرد (یعنی شیطان نماز نہ پڑھنے والے سے ہزار مرتبہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ شیطان نے تو آدم کو سجدہ نہ کیا تھا یہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتا)۔

[۲] بغیر دل کی حضوری اور لگاؤ کے نماز مکمل نہیں ہوتی [۳] لب پہ سبحان اللہ دل میں گاؤ خر، ایسی سبے تسبیح بالکل بے اثر

(۱۱) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کی نماز میں حضورِ قلب نہ ہو وہ نماز اس کے مُنہ پر ماری جائے گی۔

(۱۲) یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ
خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "قیامت کے دن تم کو تمہارے مال اور بیٹے نفع نہیں دیں گے لیکن جو شخص قلبِ سلیم لے کر ہماری بارگاہ میں حاضر ہوگا تو وہ اس کو نفع دے گا" "سلیم" عربی میں فال کے طور پر اس شخص کو کہتے ہیں جس کو سانپ نے کاٹا ہو بعض مفسروں نے قلبِ سلیم کے یہ معنی لکھے ہیں کہ جس کو اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت کے سانپ نے کاٹا ہو یعنی جس دل میں اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت ہوگی وہ دل نفع دے گا۔ مگر عام مفسروں نے جو معنی لکھے ہیں وہ یہ ہیں کہ بارگاہِ الٰہی میں دل صحیح و سالم لائے گا۔ تو نفع دے گا بیمار دل نفع نہیں دے گا۔ اس آیت شریف سے ثابت ہوا کہ دل دو قسم کا ہے۔ ایک بیمار دل دوسرا تندرست دل۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کے دن بیمار دل نفع نہیں دے گا۔ تندرست دل نفع دے گا۔ بیمار دل کیسا ہوتا ہے اس کے معنی سمجھ لو۔ جتنے دل دنیا میں ہیں ہر ایک میں تین بیماریاں موجود ہیں اِلّا مَا شَآءَ اللّٰہ۔ ایک[۱] بیماری حدیثِ نفس کی ہے۔ دوسری[۲] بیماری کا نام خطرات تیسری[۳] بیماری کا نام انتقاشِ صورِ محسوسات۔ حدیثِ نفس کی بیماری کیا ہے۔ ایک شیخ چلّی نماز پڑھ رہا تھا اس کے پاس اس کی جیب میں دو پیسے تھے۔ نماز پڑھتے پڑھتے اس کے دل میں خیال آیا کہ ان دو پیسوں کے دو انڈے خرید لوں۔ دو انڈوں کی دو مرغیاں ہوں گی وہ بچے دیں گی ان کی بہت مرغیاں جمع ہو جائیں گی ان مرغیوں کو بیچ کر بکری خرید لوں گا۔ وہ دو بچے دے گی۔۔ اسی طرح جب بہت ساری بکریوں کا

---

[۱] مگر جس دل کو اللہ بچانا چاہے۔ [۲] دیکھی ہوئی صورتوں کا دل پر نقش ہونا۔ [۳] حدیث نفس دل ہی دل میں باتیں کرنا۔ کسی کا شعر ہے:۔ گوشہ گیری حدیثِ نفس کے ساتھ!؛ دل ہی مجمع میں ہے تو عزلت کیا!

گُلہ جمع ہو جائے گا تو ان کو بیچ کر نکاح کروں گا۔ نکاح کے بعد میرے گھر میں دو لڑکے پیدا ہوں گے۔ بڑے کا نام عبداللہ چھوٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھوں گا۔ عبداللہ کو عربی کا علم پڑھاؤں گا۔ مولوی فاضل کا امتحان پاس کراؤں گا۔ وہ عربی لباس پہنا کرے گا۔ جب گھر میں آیا کرے گا تو السلام علیکم کہا کرے گا۔ اور عبدالرحمٰن کو انگریزی پڑھاؤں گا۔ وہ ایم۔اے پاس کرے گا۔ اور اس کے بعد وہ گھر میں آیا کرے گا تو بوٹ سوٹ پہنا کرے گا۔ اور کہا کرے گا گڈ مارننگ۔ اس خیال میں تھا کہ شیخ چلی کو ہنسی آگئی۔ پاس دوسرا کوئی نمازی کھڑا تھا اُس نے کہا کہ تمہاری نماز ٹوٹ گئی ہنسی آنے سے۔ شیخ چلی نے کہا کہ نماز کیا ٹوٹی میرا تو گھر بار اُجڑ گیا۔ اب تم حیران ہو گئے۔ کہ وہ شیخ چلی کون تھا۔ بغور دیکھا جائے تو ہم سب شیخ چلی ہیں۔ اور ہمارا سب کا یہی حال ہے۔ شیخ چلی ایک نہیں بلکہ دو تھے۔ ایک تو الحمد للہ رب العالمین پڑھتا تھا۔ دوسرا شیخ چلی انڈے بچے نکلوا رہا تھا۔ ایک وقت میں ایک شخص دو کام کر رہا ہے۔ جب تک وہ شیخ چلی بچے انڈے نکلوانے والا نہ مر جائے کوئی نماز کامل نہیں ہو سکتی۔ دیکھو قرآن شریف خدا اے تعالےٰ فرماتا ہے۔ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ۔ جس کا نام شیخ چلی رکھا ہے۔ اُس کا نام قرآن شریف میں خنّاس رکھا ہے۔ "خنّاس کے وسوسوں کی شرارت سے جو وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے دلوں میں جنوں میں سے اور آدمیوں میں سے۔ مجھے پناہ دے۔" شیخ چلی والی نماز اور حقیقی نمازیں کتنا فرق ہے۔ حضرت پیرو مرشدؒ کے خلیفہ حضرت عبدالسمیع صاحبؒ جو اترولی ضلع علی گڑھ میں تشریف فرما تھے انھوں نے ایک مثنوی تحفۃ العاشقین لکھی ہے اس میں وہ لکھتے ہیں ؎

اُن کی دو رکعت تری دو صد ہزار — بلکہ بہتر اس سے ہیں اے نابکار

فرماتے ہیں تو دو لاکھ رکعت نماز پڑھے اور مقبولِ خدا دو رکعت پڑھے تو ان کی دو رکعتیں تیری دو لاکھ رکعتوں سے بہتر ہیں۔ کیونکہ ان کی نماز حقیقی نماز ہوگی۔ تمہاری نماز شیخ چلی والی نماز ہوگی۔ اب یہ حقیقی نماز کیسے نصیب ہو؟ جب تک شیخ چلی نہ مر جائے حقیقی نماز نصیب نہ ہوگی۔ وہ شیخ چلی بچے انڈے نکالنے والا خود نہیں مر سکتا۔ نہ علم پڑھنے سے مر سکتا ہے۔ جب تک اس کو کوئی مارنے والا نہ ہو اور کسی بندۂ خدا پیر و مرشد کی خدمت میں جا کر حقیقی نماز پڑھنے کا سبق نہ سیکھے۔ اس لئے تیرہ سو برس سے لے کر اب تک جتنے مقبولِ خدا گزرے وہ ضرور کسی پیر و مُرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر حقیقی نماز پڑھنے کا سبق سیکھتے رہے ہیں۔ ان میں کوئی شخص بے پیر یا بے مُرشد نہیں گذرا۔

اگر در خانہ کس است　　　　یک حرف بس است

دوسری دل کی بیماری خطرات ہیں۔ خطرات چار قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) رحمانی (۲) ملکانی (۳) نفسانی (۴) شیطانی۔ تیسری دل کی بیماری انتقاش صور محسوسات ہے۔ یعنی جو چیز ہم نے دیکھی ہوئی ہے۔ جب کوئی شخص اس کا نام لے گا تو اس کا نقشہ ہمارے سامنے آجائے گا۔ مثلاً میں نے کہا لاہور کی بادشاہی مسجد جس وقت بادشاہی مسجد کا نام لوں گا اس وقت جنھوں نے بادشاہی مسجد دیکھی ہے اس کا نقشہ اُن کے سامنے آجائے گا۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِ پیر　　　　دامنِ آں نفس کُش را سخت گیر

حضرت پیر و مرشد کی ایک نظر توجہ سے دل کی یہ تینوں بیماریاں دور ہو جائیں گی اور اس کا مریض قلب۔ قلبِ سلیم بن جائے گا۔

؎ نفس کو کوئی چیز بجز ظلِ پیر (توجہ و تصورِ پیر) کے نہیں مار سکتی۔ اس نفس کو مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ لو۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا وَ اِیَّاکُمْ

(۱۳) میں نماز کے معنی بیان کر رہا تھا۔ لاہور میں دو شخص بازار میں جا رہے تھے۔ آگے ایک مسجد آ گئی۔ ان میں سے ایک تو مسجد کے اندر داخل ہو گیا۔ دوسرا بے نماز باہر کھڑا رہ گیا۔ جب وہ باہر نکلا تو باہر والے نے پوچھا تو کہاں گیا تھا اس نے کہا نماز پڑھنے کو گیا تھا۔ اس نے کہا تمھیں اندر سے کیا ملا۔ جواب دیا بے دین ملا کیا تھا۔ زمینداروں کا قاعدہ ہے۔ چھ مہینے پہلے کھیت میں بیج ڈالتے ہیں۔ جس دن زمیندار کھیت میں بیج ڈالے اس کو کوئی کہے کہ تو کھیت سے کیا لایا تو وہ کیا جواب دے گا یہی کہ ابھی تو میں بیج ڈال کر آیا ہوں جب غلہ دانے کی پیداوار کے دن آئیں گے تو تم کو بتاؤں گا کہ کیا لایا۔ تب اس بے نمازی نے کہا کہ یہ جواب تو تو نے بڑا معقول دیا۔ اچھا یہ بتا کہ تیری نماز قبول بھی ہوئی یا نہیں، تب اس نمازی نے کہا کہ بے دین مجھ کو قبول فرما لیا تھا تو اندر جانے کی توفیق بخشی تم کو نہیں بخشی تب اس باہر کھڑے رہنے والے بے نماز نے کہا کہ یہ بھی تیری بات بڑی معقول ہے۔

(۱۴) مکہ شریف میں ایک دن خانہ کعبہ شریف میں میں باب ابراہیم سے داخل ہو رہا تھا۔ اندر سے ایک حاجی نکلا اور بڑی جلدی سے پکار کر مجھے کہنے لگا کہ شاہ صاحب حج قبول۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ حج قبول کیا تھا تو گھر سے بلایا تھا ورنہ مجھ میں توفیق کہاں تھی۔ میرے گاؤں میں دو ہزار سے زیادہ آدمی ہوں گے میرا حج قبول کر لیا۔ اپنی بارگاہ میں بلا لیا دوسرے سب اُدھر ہی بیٹھے رہے۔ میرا یہ جواب سُن کر وہ حاجی ششدر رہ گیا ؎

چاہتے ہیں جس کو بلاتے ہیں یوں — شربتِ دیدار پلاتے ہیں یوں

پھرتے ہیں ہم دہر میں شام و سحر — حرص کا کاسہ لئے یوں دربدر

؎ اللہ ہم کو اور تم کو نصیب کرے۔

گھر کے در دلدار کے در کے ہوئیے — ہم ادھر کے نہ اُدھر کے ہوئیے
رحمتِ عالم مجھے بُلوا لیجے — رحم مرے حال پہ فرمائیے
رحم کیجیے کہ آپ رحمت ہیں — آپ پشت و پناہِ اُمت ہیں
گو بُرا ہوں بُروں سے بدتر ہوں — آپ کا اُمتی مقرر ہوں
نیک بندے بھی گل نہیں ہوتے — خار ہم روش گل نہیں ہوتے؟
میں نے بھر پائے سارے جور و قصور — اتنا کہہ دیجیے معاف قصور
تم کو سب اختیار حاصل ہے — آپ کو سہل مجھ کو مشکل ہے

اشعار بالا مولوی حافظ نذیر احمد دہلوی کے ہیں۔

(۱۵) حدیث شریف۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کے دروازے کے آگے سے نہر بہتی ہو اور وہ پانچوں وقت اس نہر میں غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر میل رہ جائے گی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ میل نہیں رہے گی تب آپ نے فرمایا کہ جو شخص بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر پانچ وقت نماز پڑھے گا اُس کے بدن پر بھی گناہ کی میل نہیں رہے گی۔

(۱۶) ایک دن میرے اُستاد حافظ عبدالوہاب صاحبؒ نے فرمایا کہ جب ہم غسل کرتے ہیں تو ہمارے جسم سے پیسہ بھر بھی میل نہیں اُترتی مگر ہمارا جسم ہلکا ہو جاتا ہے تو جس کے دل کی میل اُتر جائے اس کی کیسی حالت ہو گی۔

(۱۷) **نماز کی قدر و قیمت** :۔ ایک دن حضرتؐ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ ایک صحابی تشریف لائے۔ بڑے حیران پریشان۔ آپ نے پوچھا تو کیوں حیران ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میرے چالیس اونٹ تھے اور ان پر سوداگری کا سامان تھا۔ ڈاکو آئے، اونٹ بھی لے گئے مال بھی لے گئے۔ اب میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں رہا۔ اس واسطے میں حیران ہوں۔ تب آپؐ نے فرمایا کہ میں نے سمجھا تھا کہ تیری

امام کے ساتھ تکبیرِ اولیٰ فوت ہوئی ہوگی۔ اس واسطے تو حیران اور گھبرایا ہوا ہے۔ تب اس صحابیؓ نے عرض کی کہ تکبیر اولیٰ کے فوت ہونے کا اتنا صدمہ ہو سکتا ہے جتنا مجھ کو ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایک شخص ساری دنیا کا بادشاہ ہے۔ ساری دنیا کی بادشاہت جاتی رہے۔ اس کا اتنا صدمہ نہیں ہو سکتا جتنا مومن کو اس کی تکبیر اولیٰ کے فوت ہو جانے کا ہو سکتا ہے۔

(۱۸) ایک بزرگ سید احمد شاہ صاحبؒ ساکن پنجاب۔ پنجاب سے ہجرت کر کے مکہ شریف چلے گئے۔ وہاں اس وقت ترکوں کی سلطنت تھی۔ چالیس برس تک امام کے پیچھے پہلی صف میں کھڑے ہو کے نماز پڑھتے رہے۔ چالیس برس میں ایک دن بھی امام کے پیچھے تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ پھر مدینہ منورہ میں جا کر قیام کیا۔ وہاں بھی امام کے پیچھے برابر چالیس سال تک پہلی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہے۔ ایک دن بھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ ۱۳۱۰ھ میں پہلی مرتبہ فقیر مدینہ منورہ میں جا کر حاضر ہوا۔ ان کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا تھا۔ فقیر کے حال پر بہت عنایت فرماتے تھے۔ خدائے تعالیٰ ان کو جنت نصیب فرمائے۔ آمین۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد ؎

یاد ہیں لے شاہ مجھ کو سب مدارتیں تری
میں نہ بھولوں گا کبھی دن تیرے اور راتیں تری

(۱۹) دوسری حدیث شریف۔ ایک دن آپؐ نے صحابہؓ کرام کو فرمایا اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ امام کے داہنے طرف کھڑے ہونے میں اتنا ثواب ہے تو تم آپس میں قرعہ ڈالا کرتے۔ ایک تم میں سے کہے گا کہ مجھ کو جگہ ملے۔ دوسرا کہے گا مجھ کو ملے۔

(۲۰) اسی زمانے میں فقیر کو حضرت حبیب الرحمٰن صاحبؒ (جن کو تمام اہل عرب قطب تصور کرتے تھے) کی زیارت نصیب ہوئی۔ وہ بھی فقیر کے حال پر بڑی عنایت فرماتے رہے۔ اور فقیر کے حق میں سعادت دارین کی دعا فرمائی۔ اسی زمانہ

میں حضرت خلیل الرحمٰن صاحبؒ کی بھی زیارت نصیب ہوئی۔ جو ہند سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں قیام فرماتے تھے۔ یہ بزرگ دراصل رڑکی ضلع سہارنپور کے باشندے تھے۔ اور اُن کے والد ہندو ساہوکار تھے۔ لاکھ روپے کے مالک تھے یہ بچپن میں کسی بندۂ خدا کی صحبت سے مسلمان ہو گئے۔ ان کے والد کو ان کا مسلمان ہونا سخت ناگوار ہوا۔ اس نے ان کو تکلیف دینی شروع کی۔ یہ ہندوستان چھوڑ کر مکہ شریف حاضر ہوئے۔ حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم کے مرید ہو گئے۔ ان سے خرقۂ خلافت حاصل کر کے مدینہ منورہ میں جا کر قیام فرمایا۔ تمام عمر وہاں قیام فرما کر جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ ان کے شعر بھی فقیر کو یاد ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ جب مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے ؎

گو ملک و مال خویش و وطن سے جدا ہوا
سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری

اس در کی حاضری سے تو قسمت بدل گئی
قابل تھا نار کے مجھے جنت ہوئی نصیب

آپ فرماتے ہیں کہ یہاں آنے سے جہنمی جنتی بن جاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ فقیر کو اور سب یاروں کو اس دربار کی حاضری نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اُسی زمانہ میں حضرت مولانا استاذنا مولوی عبدالحق صاحب دہلوی محدث مہاجر مکی کی بھی زیارت فقیر کو نصیب ہوئی۔ ان کا زہد و تقویٰ دیکھ کر اور خدمتِ اسلام دیکھ کر تمام اہلِ عرب ان کو قطب تصور کرتے تھے۔ یہ بھی فقیر کے حال پر بڑی نظرِ عنایت فرماتے رہے یہاں تک کہ دلائل الخیرات شریف حرف بحرف سن کر اس کے پڑھنے کی اور قرآن و حدیث شریف کی اجازت عطا فرمائی۔ چنانچہ آپ کے قلم کا اجازت نامہ اب تک فقیر کے پاس ہے۔ نیز پہلی مجلس میں حدیث مصافحہ اور حدیث اَسْوَدَیْن کی اجازت عطا فرمائی۔ اور کھجور اور پانی منگوا کر تبرک کر کے پانی پلایا۔ کھجوریں دم کر کے کھلائیں۔ محدثین کی اصطلاح میں اس کو حدیثِ اسودین کہا جاتا ہے۔ اسی زمانہ میں

حضرت مولانا سید علی زاہر محدث مدنی کی بھی زیارت ہوئی وہ بھی فقیر کے حال پر نظر عنایت فرماتے رہے اور فقیر کی سعادت دارین کی دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ٥

ایک مرتبہ لاہور میں میاں محمد شفیع سابق وزیر اعظم پنجاب کے چچا اور حضرت شریف لائے اور فرمایا کہ میرے حق میں دعا فرمایئے کہ میں جب تک دنیا میں زندہ رہوں میری کوئی نماز بغیر جماعت نہ ہونے پائے۔ ان کے متعلقین کی زبانی معلوم ہوا کہ جس روز انہوں نے انتقال فرمایا اس دن بھی مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کی۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا وَاِیَّاکُمْ

(۲۱) جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے ایک نماز کا ثواب ۲۷ نمازوں کے برابر ملتا ہے۔ اور اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور جماعت میں دس آدمی ہوں تو ہر ایک کو (۱۰۰) نمازوں کا ثواب ملے گا۔ اور (۲۰) آدمی ہوں تو (۲۰۰) نمازوں کا ثواب ہر ایک شریک جماعت کو ملے گا۔ مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر۔ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار۔ مسجد اقصٰی میں ایک نماز کا ثواب بیس ہزار۔

(۲۲) ایک نماز چھوڑنے کا عذاب اسی عقبہ دوزخ میں رہنا ہوگا۔ ایک عقبہ چار ہزار سال کا ہوگا۔ ایک دن قیامت کا چار ہزار دن کا ہوگا۔

(۲۳) جو لوگ سینہ پہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں وہ قدرت کے قانون سے خلاف کرتے ہیں۔ چنانچہ بچہ ماں کے پیٹ میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر دو زانو ہو کر رہتا ہے۔

(۲۴) حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ ایک نماز کی قضاء کرنے والے کو قید میں رکھنا چاہیے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک نماز کی قضا کرنے والے کو قتل کرنا چاہیے۔

(۲۵) مقدمہ فیصلہ کرنے کے لئے دنیاوی حاکم کے پاس دو گواہ پیش ہونا ضروری ہیں۔ مسلمان ہونے کے متعلق یہ کہدینا کہ میں مسلمان ہوں ایک گواہ ہے۔ دوسرا گواہ نماز روزہ حج زکوٰۃ ہے۔ نماز برائیوں سے بچاتی ہے اور نیکی کی طرف لیجاتی ہے اور گناہ بخشواتی ہے۔

(۲۶) نماز کیا ہے؟ بندہ کا رب کے ساتھ تعلق ہے۔

روزہ

(۱) خدائے تعالیٰ نے ہم پر روزے سال بھر میں ایک مہینے کے فرض کئے روزے کے (۳۰) دن ہوتے ہیں یا (۲۹) دن ہوتے ہیں۔

(۲) اگلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے۔ کسی پر چھ مہینے کے کسی پر ہر مہینے کی پہلی دوسری تیسری تاریخ کے کسی پر تیرہ چودہ پندرہ تاریخ کے کسی پر ایک دن آڑ کے روزے فرض کئے گئے تھے۔

(۳) ہم پر روزے ایک مہینہ رمضان شریف کے فرض کئے۔ اس کے بعد چھ روزے شوال کے مہینے کے مسلسل یا متفرق۔ جملہ (۳۶) روزے رکھنے کا ثواب تین سو ساٹھ (۳۶۰) روزوں کا ہوگا۔

(۴) روزوں کے رکھنے میں جو حکمتیں ہوں وہ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے لیکن ظاہر میں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ ڈاکٹروں کے ایک کمیشن میں تجویز کیا گیا کہ جس بیماری کا کوئی علاج نہیں اس کا علاج روزہ ہے چنانچہ ڈاکٹر اکثر بیماریوں کا علاج مثلاً ٹائفائڈ بخار وغیرہ کے علاج میں کئی کئی دن تک ایک دانہ بھی بیمار کو نہیں کھلاتے۔ جو مواد سال بھر معدہ میں جمع ہوتے ہیں وہ ایک مہینے کے روزوں کی وجہ سے سب خارج ہوجاتے ہیں۔

(۵) روزہ رکھنے والوں کو دو فرحتیں ہوتی ہیں۔ ایک روزہ افطار کرتے وقت یہ اس وجہ سے نہیں کہ دن بھر بھوکا رہنے کے بعد کھانا مل گیا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر فرض فرمایا تھا اس کو میں نے ادا کر دیا۔ دوسری فرحت خدائے تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

(۶) خدائے تعالیٰ کا دیدار روزہ داروں کو ہوگا۔ بے روزہ داروں کو نہ ہوگا۔

(۷) جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ریّان (تروتازہ) ہے۔ اس دروازہ سے روزہ دار جنت میں جائیں گے۔

(۸) ایک بزرگ نے ایک یہودی کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ہے اُس سے دریافت کیا کیا بات ہے۔ اُس نے کہا رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ میرا بچہ روٹی کھاتے ہوئے باہر آیا۔ میں نے اس کو تھپڑ مارتے ہوئے کہا کہ رمضان کا مہینہ ہے۔ مسلمان روزہ رکھتے ہیں۔ اُس کی تعظیم کرتے ہیں ہم کو بھی تعظیم کرنی چاہیئے۔ اس لئے اندر جا کر کھا۔ تعظیم رمضان شریف کی وجہ سے غیر مسلم کو بھی درجات ملتے ہیں۔

(۹) روزوں کے زمانہ میں روزہ داروں کے سامنے کھانا نہیں چاہیئے۔

(۱۰) عید رمضان کی روزہ داروں کے لئے ہے۔ نہ کہ روزہ خوروں کے لئے۔ جو لوگ روزہ خور ہیں ان کو کیا حق ہے کہ عید گاہ میں عید منانے کے لئے آئیں۔

(۱۱) ایمان و اعتقاد کے سوال کے بعد جب اُس میں کامیاب ہو جائے گا تو پہلے پرسش نماز کی بابت ہوگی اس کے بعد روزہ کی۔

(۱۲) مردوں کے لئے لازم ہے کہ وہ خود بھی روزہ رکھیں۔ اپنی بیوی اور بچوں کو بھی جو بالغ ہوں روزہ رکھوائیں۔ اگر بچہ روزہ نہ رکھے تو اس پر سختی کی جائے۔ حتّٰی کہ اس کو سزا دے کر روزہ رکھائے۔ اس میں غفلت کی جائے گی تو خدائے

تعالیٰ ماں باپ سے اولاد کے بارہ میں مواخذہ فرمائے گا۔

(۱۳) کسی کی بیوی روزہ نہ رکھے تو اس کو کہدے کہ تو ہمارا کھانا بھی نہ پکائے۔

(۱۴) میں ایک دفعہ چند سال قبل سخت بیمار تھا۔ چلنے پھرنے اور اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ رمضان شریف قریب آگئے۔ مجھے خوف ہوا کہ میں روزہ کیسے رکھ سکوں گا۔ مگر رمضان کا چاند دیکھ کر ہمت کرلی۔ روزہ رکھا۔ پہلے روزہ کی طاقت کے مقابلہ میں آخری روزہ کی طاقت میں کئی گُنا فرق پایا۔

زکوٰۃ

خدا کی باتیں خدا ہی جانے

(۱) لفظ زکوٰۃ کے معنی پاک کرنے کے ہیں۔ جس طرح پلید اور میلا کپڑا گرم پانی اور صابن لگا کر دھویا جائے تو وہ پاک اور سفید ہو جاتا ہے۔ اُس کی ساری میل کچیل دور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جس مال کی زکوٰۃ نکالی جائے وہ مال بھی پاک ہو جاتا ہے۔ لوگوں نے آج تک زکوٰۃ کے معنی ہی نہیں سمجھے۔

(۲) خدائے تعالیٰ نے مومن پر پانچ فرض مقرر کئے۔ سب سے پہلا فرض کلمہ شریف کا پڑھنا یعنی خدائے تعالیٰ کی توحید اور حضرتؐ کی رسالت پر سچے دل سے ایمان لانا اور زبان سے اُس کا اقرار کرنا۔ کلمہ شریف کا پڑھنا ساری عمر میں ایک مرتبہ فرض کیا گیا ہے۔ حضرت ابوالخیر صاحب نقشبندی مجددیؒ دہلوی ایک دن میں ۲۵ ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھتے تھے۔ مگر فرض ایک ہی مرتبہ ہے علیٰ ہذا حج بھی ساری عمر میں ایک دفعہ فرض ہے۔ اُس کا ذکر بھی قرآن شریف میں ایک مرتبہ

ہے۔ باقی رہ گئے دو فرض نماز و زکوٰۃ اس کی بارہا اتنی تاکید فرمائی کہ چھیاسی مرتبہ قرآن شریف میں اس کا ذکر آیا ہے۔ بادشاہ اپنی رعیت کو ایک مرتبہ کسی امر کے متعلق حکم فرمادے تو رعیت پر اس کی فرماں برداری واجب ہوجاتی ہے۔ اگر رعیت کا کوئی آدمی بادشاہ کے حکم کی فرماں برداری نہ کرے تو اس کو باغی قرار دیا جاتا ہے۔ باغی کی سزا کیا ہے؟ قتل۔ اس سے سمجھ لو۔ ولایت میں ولایت کی پارلیمنٹ کے چند آدمی اکٹھے ہوکر ایک قانون پاس کرتے ہیں پھر تمام سلطنت میں وہ حکم جاری کردیتے ہیں۔ جو شخص اس حکم کی فرماں برداری سے انکار کرے تو اس کو باغی قرار دے کر پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے۔ جو بندوں کے بنائے ہوئے قانون کا انکار کرے وہ باغی اور اُس کی سزا قتل اور جو اس احکم الحاکمین و مالک الملک کے حکم کی نافرمانی کرے وہ کس درجہ کا باغی و مجرم ہوگا؟ بادشاہ ایک مرتبہ حکم دے اور رعیت کا کوئی فرد اس حکم کو نہ مانے۔ دوبارہ بادشاہ حکم دے پھر بھی نہ مانے تیسری مرتبہ حکم دے اور پھر نہ مانے اس طرح اگر بادشاہ متواتر چھیاسی مرتبہ حکم فرماتے اور وہ شخص نہ مانے تو آپ خود اندازہ لگالو کہ چھیاسی مرتبہ بادشاہ کی حکم عدولی کرنے والے کو کس قدر سزا ملنی چاہیے۔ اور وہ کس درجہ کا مجرم ہوگا۔ اس سے ہی یہ مسئلہ سمجھ لو۔

زکوٰۃ کے کیا معنی ہیں۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو مال دیا۔ ہم تم کو دیتے ہیں کہ تم جہاں چاہو اس کو خرچ کرو۔ جب پورے (۳۶۰) دن تمہارے پاس اس مال کو گزر جائیں تو تمہارے خرچ کرنے سے جتنا مال بچ جائے اس مال کا چالیسواں حصہ یعنی اس مال میں سے (۴۰) روپیہ کے پیچھے ایک روپیہ حساب کرکے سو میں سے ڈھائی روپیہ مسکینوں غریبوں کو دے دیا کرو۔

اس کے یہ معنی کہ جس طرح آج کل انگریزی حکومت میں کمپنیاں بنی ہیں کمپنی میں حصے ڈالے گئے ہیں۔ کسی کا دس روپیہ کا حصہ کسی کا پانچ روپے کا کسی کا ڈھائی

روپے کا۔ تو خدائے تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ کہ ہم نے تم کو مال دیا اور ہم ہی حکم دیتے ہیں کہ یہ سارا مال تمہارا نہیں ہے۔ اس مال میں تمہارا ایک اور حصہ دار مسکین غریب بھی ہے۔ اُس کا حصہ سال کے بعد نکال کر اس کو دے دیا کرو۔ اس سے ایک تو تمہارا مال پاک ہو جائے گا۔ دوسرے تمہارے حصہ دار کو نفع ہو جاوے گا۔ اس غریب کا کام نکل جاوے گا۔ تمہارے مال میں برکت ہوگی۔ اور اس کو چور نہیں لے جائیں گے۔ ڈاکو نہیں لے جائیں گے۔ آگ نہیں جلائے گی اس کے معنی یہ کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اپنے بندوں کو مال دیا اور پھر آپ ہی حکم فرمایا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ ۝ فرمایا "موت سے پہلے پہلے ہم نے جو مال تم کو دیا ہے ہم حکم دیتے ہیں تم خرچ کرو" تم ذرا سوچو تم یہ مال کہاں سے لائے تھے۔ اگر کوئی اپنے غلام یا نوکر کو حکم دے یہ مال لے جا اور اس کو مسکینوں اور غریبوں میں بانٹ دے۔ وہ غلام یا نوکر مسکینوں یا غریبوں میں نہ بانٹے بلکہ خود رکھ لے تو وہ نوکر یا غلام کس درجے کا بے دین نافرمان سمجھا جائے گا۔ سارا قرآن شریف شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ کسی جگہ خدا نے یہ نہیں فرمایا۔ اِجْمَعُوْا۔ اِجْمَعُوْا یعنی جمع کرو۔ جمع کرو۔ کیا فرمایا؟ اَنْفِقُوْا۔ اَنْفِقُوْا۔ خرچ کرو۔ خرچ کرو۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دینے والے ہم ہیں۔ ہم ہی حکم دیتے ہیں کہ خرچ کرو۔ تم اگر خرچ کرو تو ہم تمہیں سات سو دیں گے۔ چودہ سو دیں گے۔ اٹھائیس سو دیں گے دوسرے یہ کہ مال تم کہاں سے لائے تھے۔ ہم نے ہی تم کو دیا تھا کہ خرچ کرو۔ خرچ کرو گے تو ہم تم کو اور دیں گے۔ ہمارے خزانوں میں کچھ کمی نہیں ہے۔ میرے حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دن ایک بزاز نے مجھے سنایا تھا کہ ایک روپے کے مال کے پیچھے ایک پیسہ نفع ملے تو بیچ دیتے ہیں۔ ایک روپے کے اٹھائیس سو ملیں تو وہ سودا کوئی نہیں کرتا۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ ہمارا قرآن شریف پر ایمان ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ خدائے تعالیٰ آپ ہی اپنے بندوں کو مال دیتے ہیں اور پھر وہی حکم دیتے ہیں کہ اس کا چالیسواں حصہ غریبوں مسکینوں کو جو اس کے مستحق ہیں دیدیا کرو۔

جن کو رب نے مال دیا۔ اُنھوں نے بندر کی طرح سمجھا کہ اب ہمارے ہاتھ میں آگیا ہے ہم اُس میں سے ایک پیسہ نہ دیں گے۔ خواہ ہماری جان بھی جائے۔ ایک بندر پکڑنے والے نے مجھے سُنایا کہ جب ہم بندروں کو پکڑتے ہیں تو مکئی کے بہت سارے دانے بھون کر جنگل میں جہاں بندر ہوں چھینٹے دیتے ہیں اور مٹی کی ایک ٹھلیا زمین کھود کر خوب مضبوط کرکے گاڑ دیتے ہیں اور اُس ٹھلیا کو مکئی کے دانوں سے بھردیتے ہیں۔ جو دانے زمین پر پڑے رہتے ہیں دوسرے بندر کھاتے ہیں۔ ایک بندر ٹھلیا میں سے لے کر کھاتا ہے۔ جب تھوڑے دانے رہتے ہیں تو بندر اس کے اندر ہاتھ ڈال کر دانوں کی مٹھی بھر لیتا ہے۔ ٹھلیا کا مُنہ تنگ رہتا ہے۔ خالی ہاتھ اس میں جاتا ہے۔ لیکن بھرا ہاتھ نہ جاتا ہے نہ اس میں سے نکلتا ہے۔ اُس کا ہاتھ پھنس جاتا ہے۔ مگر وہ بندر مٹھی نہیں کھولتا۔ مٹھی کھولے تو اس کا ہاتھ نکلے وہ کہتا ہے کہ مٹھی میں دانے آ گئے۔ اب تو ہاتھ نہیں کھولوں گا۔ دانے نہیں چھوڑوں گا۔ ناچار ہو کر چیختا ہے چلاتا ہے۔ شکاری جو چھپ کر کہیں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کا چیخنا سُن کر بندر کے پاس آکر اس کے گلے میں رسہ ڈال کر پکڑ لیتا ہے۔ تو جن لوگوں کو رب نے مال دیا ہے انھوں نے بندر کی طرح پھنس کر جان دیدی۔ لیکن مال نہ دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی ترکیب سے مال ہاتھ آگیا تو اس کی مٹھی نہیں کھولیں گے۔ اب ذرا سوچو تو اس مسئلہ کو کہ مالک خداوند تبارک و تعالیٰ خود تو مال دیتے ہیں اور آپ ہی حکم دیتے ہیں کہ اس میں سے چالیسواں حصہ دیدو۔ ان کو اس کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ان کو کوئی بینک بنانا ہے کہ لے کر اس میں جمع کرتے جائیں جو کچھ حکم دیتے ہیں ہماری بہتری اور ہمارے

ہی پاک کرنے کے واسطے حکم دیتے ہیں۔

حضرت شیخ شبلیؒ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ حضرت سو روپیہ جمع ہو جائیں تو اس کی کتنی زکوٰۃ دوں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ سو کا سو بھی غریبوں اور مسکینوں کو دیدے اور اڑھائی روپیہ اور دیدے۔ سائل نے کہا کہ اس کے کیا معنی۔ فرمایا کہ یہ اس بات کی سزا ہے کہ تو نے جمع ہی کیوں کیا تھا پہلے ہی تقسیم کیوں نہ کر دیا۔

بمبئی میں ایک سیٹھ نے تجارت کا مال لاد کر جہازوں میں بھیجا ہوا تھا۔ اس میں سات لاکھ روپے کا مال تھا۔ کپتان آگ بوٹ نے ہوائی تار کے ذریعہ اُس کو اطلاع دی کہ آگ بوٹ طوفان میں آگیا ہے۔ اس کے بچنے کی امید نہیں ہے۔ اگر چند منٹ یہی حالت رہی تو ہم بھی اور تمام مال بھی آگ بوٹ بھی غرق ہو جائیں گے۔ ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ جب تار پہنچی تو سیٹھ صاحب نے منشیوں سے پوچھا کہ دیکھو اپنے دفتر میں مال کی زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں انھوں نے کہا ادا ہوئی ہے۔ سیٹھ صاحب نے کہا پھر تو کوئی خطرہ نہیں۔ جب کہ آنحضرتؐ کا فرمان ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی ہو تو اُس میں نقصان نہیں ہوتا۔ پھر ہم کیوں فکر کریں۔ سیٹھ صاحب نے اسی وقت وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھی۔ دوسرے دن پھر تار آئی کہ الحمدللہ آگ بوٹ غرق ہونے سے بچ گیا۔ ایک دوسرا آگ بوٹ پہنچ گیا تھا۔ اس کی مدد سے ہم غرق ہونے سے بچ گئے۔ جب دوسری تار آئی تو سیٹھ صاحب نے پھر وضو کیا اور دو رکعت نماز نفل پڑھی۔ ایک نوکر نے عرض کی کہ سیٹھ صاحب آج تو میں سمجھ گیا کہ آپ نے شکرانہ کی نماز دو رکعت نفل پڑھی۔ مگر کل میں بڑا حیران تھا۔ کیا کل آپ نے ڈوبنے کے دو رکعت پڑھے تھے۔ سیٹھ صاحب نے جواب دیا کہ تم نے کہا تھا کہ زکوٰۃ ادا کی ہوئی ہے۔ میرے دل میں ایک تو اس بات کا یقین تھا کہ حضرتؐ کا فرمان سچا ہوتا ہے جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے اس کو نقصان نہیں پہنچتا۔ دوسرے میں نے دل کی

طرف خیال کیا تو میرے دل پر اتنا صدمہ بھی نہیں پہنچا جتنا ایک پیسے کے جانے کا صدمہ پہنچتا ہے تو کل اس بات کے شکرانہ کی دو رکعت نماز پڑھی تھی کہ الحمد للہ کہ خدائے تعالیٰ نے میرے دل میں مال کی محبت نہیں رکھی۔ اور آج کی دو رکعت جو پڑھی تو وہ شکرانہ ہیں کہ رب نے اس مال کو صحیح وسالم بچا لیا! الحمد للہ علیٰ ذالک۔

نفس کے لئے لینا سہل ہے۔ ہاتھ سے دینا مشکل۔ میرے حضرت قبلہ والد صاحبؒ اکثر فرمایا کرتے کہ لوگ لے کر خوش ہوتے ہیں۔ ہم دے کر خوش ہوتے ہیں۔ لوگ کھا کر خوش ہوتے ہیں ہم کھلا کر خوش ہوتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کی برکت سے فقیر کو بھی ایسا پاک دل نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا[1] اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا جرم کتنا ہے

خدا تعالیٰ فرماتے ہیں دسویں پارہ کے تیسرے ربع پہلے رکوع میں

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝[2]

خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں "وہ لوگ جو چاندی اور سونے کو چھپا رکھتے ہیں اور راہِ خدا میں اس کو خرچ نہیں کرتے (یعنی اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے جو اُس کے مال میں خدائے تعالیٰ کا حق ہے اور خدائے تعالیٰ نے فرض کیا ہے) اُن کو بشارت دیدو سخت عذاب کی اور ان کو یاد دلا دو وہ دن کہ جب اُن کے روپیہ پیسوں کو دوزخ کی آگ میں سرخ کر کے ان کی پیشانیوں پر داغ دیئے جائیں گے۔ ان کے

---

[1] اے ہمارے رب ہماری دعا قبول فرما۔ بیشک تو سننے والا جاننے والا ہے۔ [2] یہاں سے دوسری آیت کا ترجمہ ہے جو اوپر کی آیت کے بعد ہے۔

دونوں پہلوؤں پر۔ ان کی پشت پر۔ اور ان کو فرشتے کہیں گے کہ یہ تمہارا ہی مال ہے جس کو تم نے جمع کر کے رکھا تھا۔ اس جمع کرنے کا آج مزہ چکھ لو۔

اس آیت شریف کو غور سے پڑھیں اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر کے اپنے رب کو راضی کر لیں۔ اور اپنے مال کو بھی پاک کر لیں۔ اور داغ لگنے سے بھی جانوں کو بچالیں۔

امام اعظم صاحبؒ کے مذہب میں زیور کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے۔ جو مال عورتوں کے قبضہ میں ہو اس کی زکوٰۃ عورت کو ادا کرنی چاہیئے۔ یعنی اس کی زکوٰۃ ادا کرنا عورت کے ذمہ فرض ہے۔ جو مال مرد کے قبضہ میں ہو اس کی زکوٰۃ مرد پر واجب ہے۔

ایک شخص نے کسی کو قرض دیا ہوا ہے تو اس روپے کی زکوٰۃ اس قرضہ دینے والے پر واجب ہے۔ کیونکہ درحقیقت اس روپے کا مالک تو یہی قرضہ دینے والا ہے۔ وہ ملک اسی کی ہے۔ جب حضرتؐ نے دنیا سے سفر کیا تو عرب شریف میں ایک قوم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ تب حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ جو زکوٰۃ خواہ وہ بہت تھوڑی مقدار میں کیوں نہ ہو (جیسے ایک بالشت رسہ جس سے اونٹ کے گوڈے باندھتے ہیں) آپؐ کے زمانہ میں تم لوگ ادا کرتے رہے تھے۔ اب بھی دیدو تو بہتر ورنہ تمہارے ساتھ جنگ کر کے تم کو ہلاک کیا جائے گا۔ اس بنا پر یہ حکم ہوا کہ جو زکوٰۃ دینے سے انکار کریں وہ کافر۔ آج کل مسلمانوں نے بجائے زکوٰۃ دینے کے اُلٹا سود لینا شروع کر دیا۔ خدائے تعالیٰ نے تو سود حرام کر دیا تھا اور حضرتؐ نے فرمایا تھا کہ ماں کے ساتھ زنا کرنا ایک حصہ گناہ ہے۔ اور سود کھانا ماں کے ساتھ زنا کرنے سے ستر درجہ بڑھ کر گناہ ہے۔ کسی مسلمان کو یہ کہدو کہ تیرے منہ میں خنزیر۔ تو وہ کہتا ہے کہ اس کو جان سے مار ڈالوں اس نے مجھے اتنی سخت بات کیوں کہی۔ اور جو دن رات خنزیر کھاتے رہے ہیں درحقیقت کتنا برا کرتے ہوں گے۔

سود کھانا سور کھانے سے بھی بدتر۔

ایک بزرگ کے حال میں لکھا ہے کہ ابتدا میں سود کھاتے تھے۔ ایک قصاب سے اُسی سود میں سے گوشت لے آئے۔ گھر میں لاکر دیا کہ اس کو پکاؤ بہت دیر پکاتے رہے۔ آخر کو ان کی بیوی نے جب سرپوش اٹھا کر ہنڈیا میں نظر ڈالی تو دیکھا اس میں گوشت نہیں تھا۔ ساری ہنڈیا خون سے بھری ہوئی تھی۔ خاوند سے پوچھا کہ یہ گوشت تم کہاں سے لائے تھے اس نے کہا کہ قصاب کو جو روپیہ دیا ہوا ہے اس کے سود میں لایا تھا اُس عورت نے کہا دیکھو سارا گوشت خون بن گیا۔ ہنڈیا ساری خون سے بھر گئی ہے۔ تب اس عورت نے ادھر ہنڈیا اٹھا کر زمین پر دے ماری۔ ادھر اس کے خاوند نے سچے دل سے توبہ کر لی کہ آئندہ سود نہیں کھاؤں گا۔ خدائے تعالیٰ نے ان کو ہدایت نصیب فرما دی۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائیوں کو بھی ہدایت نصیب فرمادے۔ جیسے حضرت حبیب عجمیؒ کو ہدایت نصیب فرمائی تھی۔ اور مسلمانوں کو سود خواری سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔ وہ دیوانے ہیں جو اتنا نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ایک ایک دانے پر مُہر لگائی ہوئی ہے۔ رب حرام نہیں کھلاتا۔ تو یہ حلال کو چھوڑ کر حرام کیوں کھاتے ہیں۔ جو جسم حرام کھا کر پرورش پائے گا وہ جسم اس قابل ہوگا کہ دوزخ کی آگ میں جلایا جائے اور جو جسم حلال طیب مال کھا کر پرورش پائے گا۔ وہ اس قابل ہوگا کہ اس کو جنت میں داخل کیا جائے۔ اگر در خانہ کس است یک حرف بس است ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

دہلی میں کسی نادان مولوی نے یہ فتویٰ دیا کہ بنک کا سود جائز ہے۔ جو دلیل لکھی ہے وہ یہ ہے کہ بنک والے جو سود دیتے ہیں اور مسلمان وہ سود کا روپیہ نہیں لیتے تو بنک والے کیا کرتے ہیں؟ اُس روپیہ کو عیسائی مشنوں کو دیدیتے



ہیں۔ وہ عیسائی مشن والے اسلام کے برخلاف اس روپیہ کو خرچ کرتے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ مسلمان اُس روپے کو لے لیا کریں اور کھایا کریں۔ فقیر نے اس کے معنی جو سمجھے ہیں وہ یہ ہیں کہ خنزیر کا گوشت عیسائی کھاتے ہیں۔ بڑے موٹے ہوجاتے ہیں۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ مسلمان بھی خنزیر کا گوشت کھا لیا کریں۔ عیسائی کھاتے ہیں۔ موٹے تازے ہوتے ہیں۔ مسلمان بھی کھانا شروع کریں۔ دیوانے مولوی نے اتنا نہیں سمجھا کہ جب اُس کا نام سود ہے تو پھر بنک کا سود یا کسی اور جگہ کا۔ سود کو خدائے تعالیٰ نے حرام کیا۔ یہ نادان مولوی جائز کرتا ہے۔ جو خدائے تعالیٰ کے حرام کو حلال سمجھے وہ کافر۔ اس فتوے دینے سے تو مولوی خود کافر ہوگیا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (پ ۶۔ سورۃ مائدہ (۳) ربع) "جو کافروں کے ساتھ تعلق رکھے گا وہ کافر ہے" یہ کفر کا فتویٰ خود اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل سے ہی اُس نادان دشمنِ دین مولوی پر لگایا ہوا تھا۔ اب سود کے کھانے کو جائز کرکے اس کفر کے فتوے کو اُس نے خود اپنے اوپر عائد کرلیا۔

حج

(۱) ایک موت کا سفر ہے۔ ایک حج کا سفر ہے۔

(الف) ملک الموت آئے گا ایک تھپڑ مار کر جبڑا دبا سب رشتے ناتے تعلقات کاروبار چھڑائے گا۔ اس کا نام موت کا سفر ہے۔

(ب) جو شخص اپنے ارادہ سے موت کے سفر سے قبل سب رشتے ناتے تعلقات و کاروبار چھوڑ کر اللہ پاک کے گھر کی طرف چلا وہ حج کا سفر کر رہا ہے اس سفر کرنے والے کو حاجی کہتے ہیں۔ اس کو ایک ایک قدم کے بدلے سو سو نیکی

لکھنا

ملے گی۔ دنیا کو چھوڑ آئے۔ اب حج کے سفر میں ہیں ؎

اب تو جاتے ہیں میکدے سے میرؔ   پھر ملیں گے اگر خدا لایا

اصل یہ ہے کہ دنیا کی چیزوں کی محبت کو دل سے نکالنا اور خدا کی محبت کو دل میں لینا حج ہے۔ حاجی اگر سفر میں مرگیا تو اللہ تعالیٰ قیامت تک فرشتے مقرر کرتا ہے جو اس کی جانب سے ہر سال حج کرتے ہیں۔ اور انہی کا ثواب اُس حاجی کو ملے گا۔

(۲) جتنی مخلوق ہے وہ سب جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ مخلوق میں سے وہ بڑا شہ زور ہوگا جو اس جال کو توڑے گا۔ جال کے توڑنے کا نام حج ہے۔ اس توڑنے والے کو حاجی کہتے ہیں۔

(۳) انگریز خطاب دیتے ہیں۔ خان بہادر۔ خاں صاحب وغیرہ۔ جو اس جال کو توڑنے والا ہے۔ اُس کو اللہ تعالیٰ نے حاجی کا خطاب دیا ہے اس کی قدر نہیں کرتے۔

(۴) نتیجہ حج کا کیا ہے۔ حج کرنے والا ایسا ہوا جیسا کہ آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

(۵) مکہ شریف کی زمین کیوں واجب التعظیم ہے۔ ۳۰ پارہ سورہ بلد کا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم قسم کھاتے ہیں اس شہر کی۔ اس وجہ سے نہیں کہ اس میں کعبہ ہے یا میزاب رحمت ہے۔ یا مقام ابراہیم ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ آپؐ کے قدم پاک

؎ شاعر نے (میکدہ سے) لکھا ہے۔ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ نے بدل کر (میکدے سے) کی فرمایا۔ ایک مکتوب شریف میں اس شعر کو اسی طرح بدل کر اس کی وجہ تحریر فرماتے ہیں کہ "ہمارا حقیقی وطن اور میکدہ مدینہ منورہ ہے جہاں سے ہمارے بزرگ ہجرت کر کے ہندوستان تشریف لے گئے۔"
(مکتوب شریف از مدینہ منورہ بنام سید حبیب لاہوری)



اس زمین پر ظاہر ہوئے ہیں۔ آپ کے قدم مبارک کی برکت سے یہ زمین بھی واجب التعظیم ہوئی۔ اس لئے اس زمین کی قسم کھاتے ہیں۔

(۶) حاجی کا بڑا درجہ ہے۔ جتنے حاجی ہیں گھر سے نکلتے ہی سب رب کے مہمان ہیں۔ جو شخص کسی کے مہمان کی خدمت کرے وہ میزبان کا دل خوش کرتا ہے۔ اور جو کسی کے مہمان کو تکلیف دے یا ستائے گویا وہ میزبان کو تکلیف دیتا ہے یا ستاتا ہے۔ اس لئے حاجیوں کی خدمت عین موجب خوشنودیٔ اللہ تعالیٰ ہے۔

(۷) حاجی جب خدا کا مہمان ہے تو اس کو کیا پروا ہے۔ وہ شہنشاہ کے خزانے میں ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ پس حاجی کو چاہئے کہ خدا پر بھروسہ رکھے۔ دل کھلا رکھے خود خوب کھائے خرچ کرے۔ تنگ دلی نہ کرے اس وجہ سے کہ اس کا ہاتھ خدا کے خزانے میں ہے۔ وہ خدا کا مہمان ہے۔ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ خدا کے دسترخوان سے ہی ہے اور جو ضرورت کے وقت ملے گا وہ خدا کے خزانہ ہی سے ملے گا۔ خدا کا خزانہ کم نہیں ہو سکتا۔

(۸) جتنی عبادتیں رب نے مقرر کیں۔ ان سب میں ایک چیز کا خرچ ہے مثلاً روزہ۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ یعنی اس میں ایک چیز صرف جان یا مال کا خرچ ہے۔ مگر حج میں جان کا بھی خرچ ہے۔ اور مال کا بھی خرچ ہے۔ دونوں چیزیں انسان کو عزیز ہیں۔ اس لئے اس کا درجہ بڑا ہے۔ جتنی تکلیف حاجی کو زیادہ ہوگی۔ اسی اندازے سے ثواب بھی زیادہ ملے گا۔ اس میں تکلیف کو تکلیف نہ سمجھنا چاہئے۔

(۹) ہر عبادت کے طریقہ اور آداب ہیں۔ بغیر آداب کے عبادت درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔ حج کے لئے بھی بعض آداب ہیں۔ اور ضروری ہیں۔ سب سے پہلا ادب۔ مقام مقررہ (جس کی صراحت کتابوں میں ہے) پر پہنچتے ہی احرام باندھنا یعنی ایک چادر باندھنا اور ایک چادر اوڑھنا۔ اس کے طریقے تفصیل سے کتابوں میں

درج ہیں۔ احرام اصل میں کفن ہے موت کا لباس ہے ؎

مقام عشق میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے

زلیخا ہر گلی کوچہ میں بے توقیر پھرتی ہے

خانۂ کعبہ مجلس شاہی۔ عرفات دربار شاہی۔ اس کی حاضری کے لئے سب سے پہلے حج کی نیت فرض ہے۔

(۱۰) شیطان اور نفس دو دشمن ہمارے ساتھ لگا دیئے ہیں۔ ہم بارگاہِ ایزدی میں ننگے سر ننگے پاؤں جاتے ہیں یعنی احرام باندھ کر فریادی بن کر کہ بار الٰہا ان دونوں دشمنوں نے ہمیں تباہ کر دیا۔ ہمیں بچا۔ اس میں رب کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمارا ہی فائدہ ہے۔ رب ہم کو پاک کرے گا۔ بڑی مہربانی یہ ہے کہ مالداروں ہی کو حکم دیا ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا وہاں مَنِ اسْتَطَاعَ ؎ کی قید لگائی مگر حاضری مدینہ شریف کے لئے ہر ایک کو حکم دیا ہے۔ خواہ امیر ہو یا غریب۔ جس طرح حج کو جانا فرض ہے۔ اُسی طرح ہر ایک کو مدینہ شریف جانا فرض ہے۔

(۱۱) کئی سال کا واقعہ ہے کہ میں کابل گیا تھا۔ حاجی ترنگ زئی صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ حاجی صاحب نے سات حج کئے اور ساتوں پیدل۔

(۱۲) تم جا رہے ہو اپنے پچھلے گناہ بخشوانے کے لئے نہ کہ گناہ کرنے کے لئے۔ اس راستہ میں درود شریف ہی پڑھتے رہو۔ حاجی کا کھانا پینا سونا سب عبادت ہے۔ اور ایک ایک قدم کے بدلے سو سو نیکی لکھی جائے گی۔ خواہ سواری پر ہی جائے۔

(۱۳) حاجی جب گھر سے چلتے ہیں تو ان کا یہ سفر موت کا سفر ہے۔ وہ خوشی سے اپنے ارادہ سے سب گھر والوں کو تعلقات کو چھوڑ چلے ہیں پس اب گھر سے کیا کام۔ اسی کا نام حج ہے۔

؎ جس کو حج کرنے کی طاقت ہو۔

(۱۴) حاجیوں کو چاہیئے کہ جس دربار میں جا رہے ہیں اُس دربار کا خیال رکھیں کوئی فضول بات زبان سے نہ نکالیں۔ جو بات تم زبان سے نکالتے ہو اُس پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔ اس کا جواب تم کو دینا ہے۔ ایک بزرگ نے ایک نئے مکان کی نسبت حج کے زمانہ میں دریافت کیا کہ یہ کس کا مکان ہے پھر خیال آیا تو اپنے نفس کو جواب دیا کہ مجھے اس سوال کے جواب سے کیا مطلب۔ کیوں میں نے ایسی بات دریافت کی جو فضول ہے۔ اس لئے اس جرم میں نفس پر ایک سال کے روزے رکھے۔ زبان اللہ تعالیٰ نے ایک دی وہ بھی دو کواڑوں کے درمیان اس لئے اس کو دونوں کواڑوں کے اندر بند ہی رکھو۔ جب ضرورت ہو باہر نکالو۔ بے ضرورت اس سے کام نہ لو۔

(۱۵) درود شریف کو کم از کم ہزار مرتبہ ہر روز زمانہ حج میں پڑھا کرو۔ استغفار روزانہ کم از کم ایک تسبیح پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اُس نے توفیق بخشی حج کو جانے کی۔ خانہ کعبہ کے ادب کا خیال رکھو۔ حرم شریف میں لوگ سوتے ہیں۔ کس قدر بے ادبی کی بات ہے۔ حرم شریف کے لوگ جاگتے ہیں اور خادم غلام سوتے ہیں۔ یہ کس قدر توفیق نیک کے عطیہ کی ناشکری ہے۔ میرے نزدیک تو اس سے بڑھ کر گناہ ہی نہیں۔ کہ رب کی بارگاہ میں غافل ہو کر اور تکیہ لگا کر سو رہیں۔ مکہ اور مدینہ کی زمین کا بھی ادب کرو۔ ایک بزرگ تھے سید ولی صاحب نقشبندی لاہور کے رہنے والے انھوں نے حج نہیں کیا تھا۔ فرماتے تھے کہ مکہ اور مدینہ کی زمین کا ادب مانع ہو رہا ہے جس زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلے پھرے بیٹھے ہوں وہاں میں کس طرح پیشاب پاخانہ پھروں۔ اس کے لئے یہ تدبیر انھوں نے اپنے نزدیک اختیار کی کہ میں مکہ اور مدینہ کی زمین میں نہ کھاؤں نہ پیوں۔ اس کے لئے کم از کم پندرہ روز بھوکے اور پیاسے رہنے کی مشق کرنی چاہیئے۔ چنانچہ اس ترکیب میں انھوں نے تین دن تک

کی مشق کرلی تھی کہتے تھے کہ جب پندرہ روز تک بھوکے پیاسے رہنے کی مشق ہو جائے گی تب جاؤں گا۔

جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے کہا کہ بھوکے پیاسے رہنے کی کیا ضرورت ہے اونٹ پر دو کنستر رکھ لو اور اونٹ کے دونوں بازو پر لٹکا دو۔ ایک میں پیشاب کرو دوسرے میں پاخانہ جب وہ بھر جائے تو سمندر میں پھینک دیا کرو۔ اس طرح سے ادب بھی کامل ہو جائے گا اور حج و زیارت بھی نصیب ہو گی۔ غرض یہ کہ بعض اللہ والے لوگ اس طرح کا شدید ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔

(۱۶) حقہ بیڑی پی کر دربار شاہی اور مجلس شاہی میں یعنی عرفات و خانہ کعبہ و حرم شریف میں مت جاؤ۔ منہ میں بدبو لے کر شہنشاہ کی بارگاہ میں جاؤ گے تو نکال دیئے جاؤ گے۔ کوئی دعا اس بدبودار منہ سے نکلی ہوئی قبول نہ ہو گی۔

(۱۷) داڑھی منڈوا کر شہنشاہی دربار میں مت جاؤ۔ داڑھی منڈے بخشے نہ جاویں گے جب تک کہ نمونہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ بنائیں۔

(۱۸) حاجیوں کا دل کیوں سخت ہوتا ہے؟ جن حاجیوں کا دل سخت ہوتا ہے وہ کسی کی صحبت میں نہیں رہے یعنی پیر کی صحبت ان کو نہیں ملی۔

حج کے لئے اہلیت و لیاقت ہونی چاہیئے ؎

خرِ عیسیٰ[۱] اگر بمکہ رود　　　چوں بیاید ہنوز خر باشد

سارا دار و مدار شریعت کا دل کے نرم ہونے پر ہے۔ اور دل خود بخود نرم نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے پیر کے پاس جانا ضروری ہے۔ یہ بھی دل کی ایک بیماری ہے جس طرح ظاہری بیماریوں کے لئے حکیم طبیب کے پاس جاتے ہیں۔ اسی طرح دل کی بیماریوں کے لئے بھی طبیب روحانی یعنی پیر کے پاس جانا ضروری ہے۔

---

[۱] حضرت عیسیٰ کا گدھا اگر مکہ جائے تو جب آئے گا گدھا ہی ہو گا۔

(۱۹) لاہور میں ایک بڑھیا اندھی تھی۔ مانگ رہی تھی۔ یہ کہہ کر کچھ اللہ کے واسطے دو۔ ایک حاجی راستہ والے نے کہا لے۔ بڑھیا نے جھولی آگے کر دی۔ راستہ والے نے جھولی میں سے سب لے لیا۔ بڑھیا نے پکار کر کے کہا کہ بابا حاجی۔ راستہ والے نے کہا اُس کو میرا حاجی ہونا کیا معلوم۔ اس سے یہ مطلب کہ جن کو ظاہری آنکھ سے نہیں نظر آتا۔ ان کی اکثر دل کی آنکھ روشن رہتی ہے۔ راستہ والے کا حاجی ہونا بڑھیا نے اپنے دل کی آنکھ کی روشنی سے معلوم کیا تھا۔ بعض حاجی ایسے بھی ہوتے ہیں۔ ان کا یہ مرض بغیر پیر کی صحبت کے نہیں جاتا ہے۔

ستگرو ایسا چاہیئے جو صقلی گر سا ہو
جنم جنم کے مورچے پل میں دیوے کھو

قربانی کے معنی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ آپ نے صبح اُٹھ کر سو اونٹ قربانی کئے۔ دوسری رات پھر یہی خواب دیکھا۔ پھر صبح اُٹھ کر سو اونٹ قربانی کئے۔ تیسری رات بھی پہلی رات کی طرح خواب میں دیکھا تو تیسرے دن اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پر تیار ہوئے بیٹے کو لیکر مکّہ سے چلے منٰے کے مقام پر پہنچے۔ راستہ میں شیطان نے تین جگہ باپ بیٹے اور ماں کو بہکانا چاہا۔ مگر تینوں نے حکمِ خداوندی کی تعمیل پر خوشی آمادگی ظاہر کرتے ہوئے شیطان کو دھتکارا۔ اس لعنت میں منٰی میں تین شیطانوں پر سات سات کنکریاں مارنے کا حکم ہے۔ جب شیطان کے بہکانے میں نہ آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرزند پر تیار ہو کر اُن کو ذبح کے لئے لٹایا۔ چھری حلق پر نہ چلی اللہ تعالیٰ نے ایک دُنبہ جنت

ا؎ پیر و مرشد ایسا ہونا چاہیئے جو صقلی گر کی طرح مورچہ یعنی زنگ جو کہ دل پر لگا ہوا ہو ایک پل بھر میں صاف کر دے۔

سے حضرت اسمٰعیلؑ کا فدیہ جبرئیلؑ کے ذریعہ بھجوا کر اس کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ دُنبہ ذبح کیا گیا۔ اس کا قصہ عام ہے۔ اس سنت کی پیروی میں قربانی جاری ہوئی ہے۔

حجرِ اسود کو بوسہ دینا

حجر اسود ایک پتھر ہے جنت سے حضرت آدمؑ کے ساتھ آیا ہے۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک میں رکھ کر قریش کے چاروں قبیلوں کو ایک ایک کونہ چادر کا پکڑا کر خود اپنے ہاتھ سے خانۂ کعبہ کی دیوار میں نصب فرمایا اور پھر اس کو بوسہ دیا ہے

کہاں تجھے یہ نصیب اللہ اکبر سنگِ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمدؐ کے

میں قربان مکّہ کی گلیاں جن پر لائیتاں دل بھر کلیاں۔
سمجھ ہے اپنی اپنی اور عقیدہ اپنا اپنا ہے۔

حجر اسود اللہ تعالیٰ کے پاس حاجی کا گواہ ہوگا۔ اور یہ کہے گا کہ یہ تیرے در پر حاضر ہوا تھا۔ اور اس نے مجھے بوسہ دیا تھا۔ اس کو یارب بخش دے۔ جس چیز پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عضو مَس کرے اُس کو آگ نہ جلائے گی۔ حضورؐ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ حضرتؐ کے لبِ مبارک حجرِ اسود کو لگے ہیں۔ پس جو شخص حجر اسود کا بوسہ لے گا وہ برکتِ مساسِ لبِ مبارک سے دوزخ کی آگ سے بچا رہے گا۔

حج میں حلق یا قصر یعنی بال کٹوانا

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بال گناہ کی حالت میں اُگے ہوئے ہیں ان کو نکال دو۔ اب تمہاری نئی زندگی شروع ہے۔

سعی صفا مروہ و زمزم

بی بی ہاجرہؓ اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی شدت پیاس کی وجہ سے بے تاب ہو کر پانی کی تلاش میں صفا کی پہاڑی سے مروہ کی پہاڑی تک دوڑ دوڑ کر قافلہ کو دیکھتی تھیں بالآخر ساتویں دفعہ دوڑ کر واپس بیٹے کے پاس آئیں تو اُن کے قدموں کے نیچے زمین میں سے پانی بہنے لگا۔ حضرت موصوفہ نے اُس کو "زم زم" کہا یعنی (ٹھہر ٹھہر) پس وہ پانی ٹھہر گیا۔ اب ایک کنویں کی شکل میں موجود ہے تفصیل کتابوں میں دیکھ لو۔ اس دوڑنے کی یادگار میں سعی مابین صفا و مروہ سب پر واجب ہے۔

زیارتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ منورہ جانے کی نسبت انکار کیا جاتا ہے یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں جانے سے آدمی قبر پرست بن جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (۵ پارہ ۲ ربع ۲ رکوع) یہ حکم حضرت کے دنیا میں رہنے تک کا ہی نہیں ہے بلکہ قیامت تک کا حکم ہے۔ بعض لوگوں نے لکھ دیا ہے کہ وہاں جانا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس جگہ حج فرض کیا ہے وہاں مَنِ اسْتَطَاعَ کی شرط لگائی، مگر مدینہ شریف کے لئے کوئی شرط نہیں لگائی بلکہ ہر ایک امیر غریب کے لئے حکم دیا کہ اگر انھوں نے گناہ کئے ہوں تو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں۔

---

۵ بیشک جو لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں اگر وہ آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے مغفرت چاہیں اور ان کے لئے رسول بھی مغفرت طلب کریں تو وہ لوگ بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

(۱) خلیل الرحمٰن صاحب ایک بزرگ تھے مدینہ شریف میں انھوں نے اشعار ذیل میں مدینہ شریف کی حاضری کی نسبت بہت خوب و درست اظہار فرمایا ہے ؎

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری ۔ گو ملک و مال و خویش و وطن سے جدا ہوا
قابل تھا نار کے مجھے جنت ہوئی نصیب ۔ اس در کی حاضری سے تو قسمت بدل گئی

یہاں کی حاضری سے جہنمی بھی جنتی بنجاتا ہے۔

(۲) حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ "جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی"

اگر قبر پرستی کا الزام مدینہ جاکر زیارتِ رسولِ اکرم کرنے سے عائد ہوتا تو کیوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیث شریف بالا فرماتے۔ پھر فرمایا (حدیث شریف) فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ۔ "جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا"

(۳) حج و زیارت میں جو تکلیف ہو اُس کو تکلیف نہ خیال کرنا چاہیئے بلکہ اس کو خوشی و شوق سے برداشت کرنا چاہیئے۔ حضرت فصاحت جنگ جلیل لکھنوی نے جو نظام حیدرآباد دکن کے اُستاد ہیں کیا اچھا کہا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

زیارت کی تمنا میں خیالِ رنج و راحت کیا
کڑی جو راہ میں پڑتی اٹھاتے اپنی آنکھوں سے

اُن کے اس شعر نے بار بار میری ہمت بڑھائی اور اُن کا یہ شعر میرا رفیقِ سفر بنا رہا۔

(۴) حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ میں نے رسولِ پاک کے مزار کی زیارت کی تو اُسے دُرّے لگاؤ اُس نے کیوں ایسا کہا۔ اُس کو کہنا چاہیئے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔



(۵) مدینہ شریف کی حاضری کے زمانہ میں آداب کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئیے جس زمین پر حضورؐ چلے پھرے ہوں تشریف رکھی ہو وہ کیسی واجب التعظیم ہوگی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں بہت ادب سے حاضر ہونا ضروری ہے۔ چوٹ بڑی ہرگز نہ پہنیں۔ آواز سے چلا کر نہ بولیں۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند آواز نہ کرو۔ ورنہ اعمال ضبط ہو جائیں گے۔ یہ حکم حضرتؐ کی زندگی میں تھا اور تا قیامت ہے۔

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کے کُتے بھی آوازے نہیں بھونکتے۔ انسانوں کو اُن سے زیادہ پاسِ ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب ؎

ادب تاجیست از فضلِ الٰہی ــــــ بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر اُس زائر کی آواز سنتے ہیں جو مزار پُر انوار پر حاضر ہوتا ہے۔ اُس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس کے مطالب کو پورا فرماتے ہیں۔

(۸) حدیث شریف مَنْ زَارَنِيْ بَعْدَ مَمَاتِيْ فَقَدْ زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ "جس نے میرے بعد میری زیارت کی اس نے گویا زیارت کی میری زندگی میں" یہ دولت جن کو ملی وہ خوش نصیب ہیں۔

حدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آج کل ایک عام بات مشہور ہے کہ حضرتؐ کی ذات کو حد سے نہ بڑھاؤ۔ حد سے وہی بڑھا سکتا ہے جس کو حد معلوم ہو جس کو حد ہی معلوم نہ ہو وہ کیا بڑھائے گا۔ آپ کی حد

لـ ادب فضلِ خدا سے ایک تاج ہے۔ اس کو سر پر رکھو اور جہاں چاہے جاؤ۔

سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔ ایک بار کلمہ شریف پڑھنے سے تمام عمر کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اس قدر تو ہم کو معلوم ہے ؎

محمد مصطفٰےؐ اے کیف ممدوحِ الٰہی ہیں بشر کیا کوئی بھی اُن کا ثنا خواں ہو نہیں سکتا
محمدؐ سرِّ قدرت ہیں کوئی رمز اُن کا کیا جانے شریعت میں تو بندہ ہیں حقیقت میں خدا جانے

(۱) معراج شریف میں جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے ہیں جبرئیل نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اپنا جسم آپ کو دکھاؤں۔ میرے چھ سو پر ہیں۔ ایک ایک پر اتنا بڑا ہے کہ ساری زمین اس کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔

جبرئیل نے اتنے بڑے بڑے چھ سو پر کھول کر دکھلائے۔ مولانا رومؒ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔ اگر حضرت روحی فداہ اپنے بڑے پر دکھا دیتے تو قیامت تک حضرت جبرئیل بے ہوش پڑے رہ جاتے ؎

احمدؐ ار بکشاید آں پرِ جلیل تا ابد بے ہوش ماند تے جبرئیلؑ

اس پر سے قیاس کرلو کہ حضرت کی حد کتنی بڑی ہے۔

(۲) جب سدرۃ المنتہیٰ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں پہنچے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ یا اخی جبرئیلؑ آگے چلئے تو جبرئیل نے فرمایا کہ یا حضرت میری حد یہاں ختم ہو چکی۔ آپ نے فرمایا کہ میرا تو یہاں سے اب پہلا قدم شروع ہوا۔ اس پر جبرئیلؑ نے عرض کی اگر اس سے بڑھ کر ایک بال برابر بھی میں آگے جاؤں گا تو تجلیاتِ باری تعالیٰ مجھے جلادیں گے ؎

اگر یک سرِ موئے برتر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم

میں اس سے آگے ہرگز نہیں جا سکتا۔ جب بارگاہِ الٰہی کے سب سے زیادہ مقرب فرشتے یہ کہتے ہیں کہ میں اس سے آگے ذرہ برابر بھی نہیں جا سکتا تو اب کون ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حد جانتا ہو۔

(۳) معراج کی رات میں حضور خدائے تعالیٰ سے اتنے نزدیک ہوئے کہ اس کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانے۔ قرآن شریف سورۃ النجم میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ یعنی دو کمان کے گوشے یا اس سے بھی نزدیک۔

(۴) آپ کا نام مبارک زبان پر آ جانے سے تمام عمر کے کفر و شرک و گناہ مٹ جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا وَاِيَّاكُمْ خدائے تعالیٰ کلمہ شریف کا پڑھنا سب کو آخر وقت میں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حیاتُ النبی صلے اللہ علیہ وسلم

(۱) جسم اور روح دو چیزوں سے انسان زندہ کہلاتا ہے۔ جب تک جسم میں روح ہے تو کہتے ہیں کہ انسان زندہ ہے۔ اور جب رُوح جسم سے نکل گئی تو کہا جاتا ہے کہ مُردہ ہے۔ جیسے مثلاً پنجرے میں طوطا جب تک ہے وہ مقیّد ہے۔ پنجرے سے طوطا جب باہر ہو جائے گا تو وہ ہر طرح سے آزاد ہے۔ اسی طرح رُوح اپنے جسم کے پنجرے سے نکلنے کے ساتھ ہی آزاد ہو جاتی ہے اور ہزارہا درجے اُس کی قوت بڑھ جاتی ہے

(۲) روح کے متعلق کفار نے سوال کیا تھا اُس وقت ارشاد باری تعالےٰ ہوا کہ کہہ دائے محمدؐ روح خدا کا حکم ہے۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ امر رب کے لئے موت نہیں ہے۔

(۳) کہتے ہیں کہ جس طرح دوسرے لوگ دنیا سے سفر کر گئے۔ اسی طرح رسولِ پاک بھی سفر کر گئے۔ اگر رسولِ پاک معاذ اللہ مر جاتے تو ازواجِ مطہرات کیوں دوسروں پر حرام ہوتیں۔ زندگی عورت دوسرے پر حرام ہوتی ہے نہ کہ مُردہ کی۔

(۴) جس قدر روحیں ہیں وہ مرتی نہیں بلکہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتی ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "مر گئے" کہنا سخت منع ہے جو اللہ تعا

لے

کی راہ میں شہید ہو گئے ان کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝ "شہیدوں کی نسبت زبان سے مت کہو کہ مر گئے۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم سمجھ نہیں سکتے" وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ "شہیدوں کے متعلق خیال تک مت کرو کہ وہ مر گئے۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اُن کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ ہر وقت خوش رہتے ہیں۔ اُس چیز سے جو رب نے اپنے فضل و کرم سے اُن کو عنایت فرمائی ہے۔ اور اُن کو بشارت دی جاتی ہے۔ خوش خبری سُنائی جاتی ہے اُن کے لواحقین کی اُن کے لواحقین کی کہ ان کو کوئی خوف نہیں اور کوئی غم نہیں" خدائے تعالیٰ ہی یہ فرما رہے ہیں کہ ان کے مُردہ ہونے کا گمان نہ کرو۔ یعنی مُردہ ہونا تو ایک طرف۔ تمہارے خیال میں بھی یہ بات نہ گزرے کہ وہ مردہ ہیں۔ مقامِ غور ہے کہ شہیدوں کے متعلق خدائے تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ شہیدوں کو مُردہ مت کہو اور نہ گمان کرو۔ پھر افسوس کا مقام ہے کہ حضرت رسولِ پاک کو لوگ مُردہ کہیں۔

حدیث شریف میں ہے جہاد میں قتل ہونا شہادتِ صغریٰ ہے۔ نفس کے ساتھ جہاد کرنا شہادتِ کبریٰ ہے۔ مقامِ غور ہے کہ شہادتِ صغریٰ پانے والوں کی نسبت خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو "مردہ" مت کہو بلکہ دل میں "مُردہ" گمان بھی نہ کرو۔ چہ جائیکہ حضرت رسولِ پاک کی نسبت کہا جائے کہ وہ مردہ ہیں۔ نبی کا درجہ بہت بلند ہے۔ نبی کے بعد صدّیق۔ صدّیق کے بعد شہید۔ شہید کے بعد صالحین کا درجہ ہے۔ دیکھو قرآن شریف

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ
وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۝ انعم اللہ علیہم جن کو اللہ تعالیٰ نے نعمت عطا کی۔
اسی نعمت کے لئے پانچوں وقت نماز میں کہتے رہتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم
صراط الذین انعمت علیہم یعنی ان کا رستہ نصیب فرما جن پر تو نے انعام کیا
یعنی ان پرانوں کا رستہ۔ اب جو لوگ پرانوں کا رستہ چھوڑ کر نو فیشن اختیار کرتے
ہیں۔ وہ ذرا اس آیت شریف کو غور سے پڑھیں۔ وہ پرانوں کا رستہ تمہارا جدی ورثہ
ہے۔ دنیا میں کوئی جاہل سے جاہل بھی اپنا جدی ورثہ نہیں چھوڑتا تو ہم کیسے اپنا
جدی ورثہ چھوڑیں مثلاً حنفیت ہمارا جدی ورثہ ہے۔ ہمارے والدین بھی حنفی
پھر استادوں کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ بھی حنفی۔ حضرت پیر و مرشد کی
خدمت میں حاضر ہوئے وہ بھی حنفی۔ ہم کو تو تین طرف سے جدی ورثہ پہنچا ہے
کس طرح یہ تین جدی ورثہ چھوڑ سکتے ہیں۔ بڑی سخت غلطی پر وہ لوگ ہیں جو اپنا
جدی ورثہ صراط المستقیم چھوڑ کر گمراہ ہو کر پگڈنڈیوں میں ٹھوکریں کھاتے پھریں
اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ كُلِّ بَلَآءِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ۔

(۵) ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ میں حاضر تھا۔ ایک شخص کریم بخش نامی لاہور
جو بارہ سال سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں مقیم تھا مواجہ شریف کے سامنے سلام پڑھ
کھڑا تھا۔ فقیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان پر لا کر اسے ایک کرتہ دیا۔ میرے ایک
رفیق نے اس کو ایک قیمتی کوٹ دیا۔ ایک نے پگڑی دیدی۔ اور ایک نے پاجامہ
دیا۔ ایک نے چادر دی۔ اس نے سارے کپڑے چادر میں لپیٹ لئے۔ اور کپڑے
لپیٹتے وقت کہا کہ جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا تھا۔ اس وقت میں حضور میں عرض

ـــــــہ پس یہ لوگ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین

ـــــــہ یا اللہ ہم کو دنیا کی ہر بلا سے اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ

تھا کہ حضرتؒ کپڑے پھٹ گئے ہیں۔ اُس نے کپڑے لپیٹ کر حرم شریف میں جا کر مواجہ شریف کے سامنے رکھ دئیے۔ اور یہ عرض کی کہ حضرت مل گئے ہیں۔ پھر اُس نے اپنے مکان پر جا کر غسل کر کے وہی کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر دربار میں حاضر ہو کر دست بستہ کھڑے ہو کر عرض کی کہ حضورؐ کپڑے مل گئے ہیں دیکھ لو۔

(۶) فقیر دوسرے سال پھر مدینہ منورہ میں حاضر ہوا وہی کریم بخش ملا۔ فقیر کو پہلی بات یاد تھی۔ پھر میں نے آدمی کو کہا کہ اس کو کپڑے دیدو۔ کپڑے نکالے تو اُس میں ایک کشمیری ٹوپی نکل آئی۔ میں نے کہا یہ بھی دیدو تو اُس اللہ کے بندے نے کہا کہ آج میں نے حضورؐ میں حاضر ہو کر عرض کی تھی کہ ٹوپی پھٹ گئی ہے۔

(۷) پھر میاں کریم بخش لاہوری نے کہا کہ مجھے مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے بارہ سال ہوئے پہلے سال مجھے علم نہیں ہوا۔ پورے سال کے بعد یہ مسئلہ میری سمجھ میں آیا کہ رحمۃ للعالمین کا دربار موجود ہے اور حضرتؐ نے فرمایا ہے اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي (حدیثِ بخاری) یعنی خزانچی میں ہوں اور داتا رب ہے۔ اس کے بعد گیارہ برس گزر گئے۔ میں نے کسی انسان کے پاس کسی معاملہ میں کوئی سوال نہیں کیا۔ جب ضرورت ہوئی حضرتؐ کی جناب میں جا کر عرض کی پانچ منٹ نہ گزرتے کہ میری مُراد پوری ہو جاتی ؎

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری | گو ملک و مال و خویش و وطن سے جدا ہوا
قابل تھا نار کے مجھے جنت ہوئی نصیب | اِس در کی حاضری سے تو قسمت بدل گئی

وہاں حاضر ہونے سے جہنمی جنتی بن جاتے ہیں اور قسمت بدل جاتی ہے۔

(۸) پچاس سال پہلے میرا ایک رفیق پنجاب کا رات کو حرم شریف میں شب باش ہوا۔ اس طرح کہ ترکوں کے زمانہ میں رات کو کسی کو حرم شریف میں اندر رہنے کی اجازت نہ تھی۔ جب تک کہ شیخ الحرم حکم نہ دیں۔ مجھے چار آدمی اپنے ساتھ



حرم شریف میں رکھنے کی اجازت تھی۔ میرے ساتھ تین آدمی تو موجود تھے میں نے اُس کو کہا کہ چوتھا تو رہ جا۔ اس دن وہ روزے سے تھا۔ روزہ کھولنے کے بعد اُس نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ عشا کی نماز پڑھنے کے بعد میرے ساتھ حرم شریف میں گیا۔ اندر رات گزاری۔ فجر کو میرے ڈیرے میں آکر کہنے لگا کہ رات کو بڑا عجیب تماشا ہوا کہ پچھلی رات ہوئی تو میں نے حضرتؐ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت بھوک سے بڑی تکلیف ہورہی ہے۔ اتنے میں ایک سفید لباس والے بزرگ تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ جھولی کر۔ میں نے جھولی کی تو انھوں نے میری جھولی میں کھجوریں جو سیر بھر ہوں گی ڈال دیں۔ کہنے لگا کہ میں نے پیٹ بھر کر کھالیں۔ میں نے کہا کہ کہیں میرے لیے بھی دو چار کھجوریں رکھتا۔ کہنے لگا کہ کھجوریں کھا چکنے کے بعد یاد آیا۔ چشم دید واقعہ کا انکار کفر ہے۔ میں نے کہا کہ حضورِ نبوی کے دربار کی کھجوریں تجھ کو مبارک ہوں۔

(۹) ایک مرتبہ فقیر مصر کی راہ سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ بمبئی سے لے کر مصر تک وضو کے لیے میٹھا پانی نہیں ملا۔ سمندر کے کڑوے پانی سے وضو استنجا کرتا رہا۔ کڑوے پانی کے لگنے سے چوتڑوں وغیرہ میں رانوں میں زخم ہوگئے۔ اور اوپر کا چمڑا باریک اُتر گیا۔ اور اندر سے خون بہنا شروع ہوا۔ اور خون لگ کر کپڑا پلید رہتا تھا۔ مدینہ منورہ میں دربار میں حاضر ہوا۔ مغرب کی نماز کے بعد میں نے عرض کی کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ اس دربار میں حاضری دینے کے قابل نہیں تھا۔ یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ مجھ کو حاضری نصیب ہوئی۔ مگر بے وضو میں یہاں حضورؐ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ زخم ہر وقت جاری رہتا ہے۔ مجھے فرمایا کہ ان زخموں کو آبِ کوثر سے دھو ڈال (آبِ کوثر ایک چھوٹی سی باولی ہے جو حرم شریف کے اندر بیر فاطمہ کے نام سے

موجود ہے) فقیر اُدھر گیا۔ پانی پلانے والے چھوٹی چھوٹی ٹھلیاں رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک ٹھلیا لے لی۔ پہلے تو خیال آیا کہ یہ پاک پانی اور زخم غلیظ ہے۔ پھر خیال آیا کہ یہ تو میں حکماً کر رہا ہوں۔ پھر ذرا پرے ہٹ کر ایک ران پر ایک چلّو اور دوسری ران پر ایک چلّو لیپ کر دیا۔ اور نماز عشا کے بعد گھر جا کر لیٹ گیا۔ فجر کو اٹھا تو زخم کا کہیں نام و نشان نہیں تھا بدن آئینہ کی طرح چمک رہا تھا۔ اس وقت سے آج تک باسٹھ برس ہوئے کوئی پھوڑا پھنسی اعضا میں نہیں ہوئی۔

(۱۰) میرے استاد حضرت مولانا مولوی عبدالحق صاحب رحؒ (جو محدث مفسر کے علاوہ مکّہ شریف والے کہتے تھے کہ یہ قطب زمانہ ہیں) نے فرمایا کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر تھا۔ ظہر کی نماز پڑھ کے میرے دل میں خیال آیا کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہوں۔ حضرت نے میری دعوت نہیں کی۔ یہ خیال اس وقت آیا جب کہ میں مواجہ شریف کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اِدھر دل میں خیال آیا اُدھر پانچ منٹ نہ گزرے کہ ایک بدّو آیا اور کہا کہ رات کو مولوی صاحب آپ کی دعوت ہے۔ میں نے کہا کہ میں کسی کی دعوت نہیں کھایا کرتا۔ اُس بدّو نے کہا کہ میں اپنی طرف سے نہیں کرتا۔ حضرتؐ آپ کی دعوت کرتے ہیں۔ وہ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ وہ بدّو مغرب کی نماز مسجدِ نبوی میں پڑھ کر مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر بارہ میل تک مدینہ منورہ سے شمال کی جانب پہاڑ میں لے گیا۔ مولوی صاحب کی اسّی برس کی عمر تھی۔ بدّو نے وہاں اپنے مکان میں اپنی عورت سے پوچھا کہ کیا کھانا تیار ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ مولوی صاحب نے دل میں خیال کیا روزہ رکھا ہے اتنی دور سے آئے ہیں صرف افطار کیا تھا۔ یہاں پہنچے تو کھانا ندارد۔ معلوم نہیں کیا حال ہوگا۔ اتنے میں بدّو باہر گیا اور ایک پیالہ شہد کا بڑا کہ اُس میں دودھ گھی تھا، شکر تھی۔ اور کوئی نعمت اور بھی تھی مجھے دیا اور میں نے



پی لیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ جو لذت اُس کے پینے سے مجھے ملی۔ ساری عمر اس سے پہلے یا بعد کبھی نصیب نہ ہوئی۔ اس کے بعد بدو نے کہا کہ میں بھی کچھ کھاتا ہوں۔ اور پانچ آدمیوں کا کھانا حرم شریف لے جانا ہے۔ لے کر۔ آپ کو ساتھ لے کر چلتا ہوں۔ پھر وہ حرم شریف کو مولوی صاحب کو ساتھ لے کر چلا۔ حرم شریف میں مولوی صاحب کو داخل کر کے دوسروں کا کھانا پہنچانے کے لئے وہ بدو چلا گیا۔ حرم شریف میں روشنی بہت سی موم بتیوں کی تھی۔ فانوس جل رہے تھے۔ مولوی صاحب کے دل میں خیال آیا کہ اچھی دعوت ہوئی بارہ میل گئے بارہ میل آئے۔ چوبیس میل کا سفر ہوا۔ مغرب اور عشاء کے درمیان جو وظائف پڑھتا تھا وہ فوت ہوئے۔ عشاء کی نماز باجماعت ترک ہوئی۔ تراویح کی جماعت بھی جاتی رہی۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا وقت ہے لوگوں نے کہا ابھی تو مغرب کی نماز سے فراغت ہوئی ہے۔ عشاء کی تیاری ہو رہی ہے۔ چوبیس ۲۴ میل کا سفر کیا۔ ایک گھنٹے تک بدو کے مکان میں ٹھہرے رہے۔ واپس ہوئے تو وہی وقت تھا جب کہ چلے ہیں۔ مولوی صاحب بڑے حیران ہوئے۔ دعوت کا خیال آیا ہی تھا کہ دعوت بھی ہوئی اور اس طور پر کہ جس کی اوپر تفصیل ہے۔

(۱۱) کوئی پچاس برس کا واقعہ ہے۔ کہ فقیر رات کو مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں شیخ الحرم کی اجازت سے شب باش ہوا۔ اس رات کو دلائل الخیرات شریف اور موم بتی جو سرکاری طور پر اندر رہنے والوں کو ملتی ہے مجھے دیدیں۔ کیونکہ رات کو عشاء کی نماز کے بعد حرم شریف میں بتیاں بجھادی جاتی تھیں کسی کو اندر رہنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ حضرت امجد صاحب حیدر آبادی فرماتے ہیں ؎

ہے فیض کی تجلی گھری اندھیریوں میں
بکتا ہے رات ہی کو سودا تیری گلی میں
کس چیز کی کمی ہے مولیٰ تیری گلی میں
دنیا تیری گلی میں عقبیٰ تیری گلی میں

ایک جمعرات کو جب میں دلائل الخیرات پڑھ رہا تھا تو حضرت خواجہ ضیا معصوم صاحب کابلی نے جو قائم اللیل اور صائم الدہر تھے۔ اور ان کو اندر رہنے کی اجازت تھی۔ مجھ سے فرمایا کہ کل رات ریاض الجنہ میں دلائل الخیرات شریف پڑھ رہا تھا تو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود تشریف لائے مجھے فرمایا کہ تتویہ تتویہ یعنی آہستہ آہستہ پڑھو۔ پس میں تم کو کہتا ہوں کہ آہستہ آہستہ پڑھو۔

(۱۲) میرا رفیق حاجی جناب الدین صوبیدار جو گھر سے ہی میرے ہمراہ آیا تھا مدینہ شریف پہنچ کر اُس کے پیر پر پھوڑا نکل آیا۔ اُس کی وجہ سے اُٹھنے بیٹھنے سے بھی معذور تھا۔ ساری ٹانگ سوج گئی تھی۔ بزرگ آدمی تھا۔ ایک دن میں نے اُس کو کہا کہ اگر تو بھی رات کو حرم شریف کے اندر رہنا چاہے تو تیرے لئے بھی اجازت لے لی جائے۔ اس نے کہا مجھے چلنے کی استطاعت نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ دو آدمی اٹھا کر لے چلیں گے۔ دو آدمی اُس کو اٹھا کر حرم شریف میں لے گئے رات اُس نے وہاں گزاری۔ اُس کے ایک دن بعد مدینہ شریف سے رخصت ہوئے تو رفیق نے کہا کہ میں آپ کا بڑا شکر گزار ہوں کہ آپ مجھ کو رات گزارنے کے لئے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ میری ٹانگ اچھی ہو گئی۔ رحمتہ اللعالمین کے حضور میں میں نے عرض کی تھی کہ حضور میں گھر سے دو ٹانگ لے کر چلا تھا۔ اب ایک ٹانگ لے کر واپس جاؤں گا۔ دوسری ٹانگ کاٹی جائے گی۔ فجر کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور مجھے کہا کہ میرے ساتھ بازار چل۔ مرہم دلا دوں گا۔ تو اس کو پھوڑے پر لگا دینا۔ میں نے کہا کہ میں چل نہیں سکتا اس وجہ سے کہ ٹانگ سوج گئی ہے۔ اس نے کہا کہ تو یہیں ٹھہر جا۔ میں خود مرہم لا کر دوں گا۔ وہ گیا تھوڑی دیر کے بعد مرہم لے کر آیا اور کہنے لگا کہ پہلے جس جگہ پھنسی تھی اُسی جگہ لگاؤ۔ میں نے حرم شریف ہی میں مرہم لگا دیا۔ اور تھوڑی دیر وہاں بیٹھا رہا۔ اس عرصہ میں میرے بدن کی سُوج بالکل جاتی رہی اور پھوڑا



حدیث بالا پیش کرتے ہیں۔ یہ حدیث بالکل غلط ہے۔ کیونکہ معراج شریف مکہ میں ہوا۔ اس وقت مائی صاحبہ کی عمر ۶ برس کی تھی۔ ابھی نکاح نہیں ہوا تھا۔ تین سال کے بعد مدینہ منورہ میں نکاح ہوا۔

نوٹ:۔ ابو جہل بھی روح کے جانے کا انکار نہیں کرتا۔ جسم کے جانے کا انکار کرتا ہے۔

نیز دیکھو قرآن شریف سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى (پندرھواں پارہ۔ سورہ بنی اسرائیل)

اس آیت شریف کو خدائے تعالیٰ نے سُبحان کے لفظ سے شروع کیا ہے۔ عرب شریف کا یہ محاورہ ہے کہ براعتِ استہلال کے لئے جب کوئی اہم مضمون بیان کرنا ہو تو اُس سے پہلے ایسا لفظ لے آتے ہیں۔ جیسے سبحان۔ اس کے معنی کیا ہیں؟ بہت پاک وہ ذات، اس کلمہ کے معنی سے یہ ثابت ہوا کہ اس کے بعد کوئی اہتم بالشان امر بیان ہونے والا ہے۔ وہ کیا ہے جو مہتم بالشان امر ہے۔ اَلَّذِیْ اَسْرٰی۔ وہ پاک ذات جس نے رات کو سیر کرائی۔ دن کی سَیر کو اسریٰ نہیں کہا جاتا۔ اسری کے معنی رات کو سَیر کرانا ہیں۔ رات کو سَیر کرائی کس کو۔ اپنے عبد کو۔ اس لفظ "عبد" کے آنے سے دونوں فریق کی بحث ختم ہوگئی۔ "عبد" نہ تو صرف جسم کو بولا جاتا ہے اور نہ صرف روح کو۔ بلکہ دونوں کے مجموعہ کا نام "عبد" ہے۔

اس آیت شریف سے ثابت ہوگیا کہ آپ اسی جسم پاک کے ساتھ معراج میں تشریف لے گئے۔ معراج شریف خواب کا نام ہوتا تو بجائے "عبدہٖ" کے "روحہٖ" ہونا چاہیئے تھا۔ یعنی سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِرُوْحِهٖ۔

خواب جو دیکھی جاتی ہے وہ روح کے ساتھ ہوتی ہے جسم کے ساتھ نہیں ہوتی آیت شریف سے ثابت ہوا کہ جسد اقدس کے ساتھ تشریف لے گئے نہ کہ خواب میں

خدائے تعالیٰ رزّاقِ مطلق ہے

(۱) قیامت کے دن نو حصّہ مخلوقات اس عذاب میں پکڑی جائے گی کہ اُس کو خدائے تعالیٰ کی رزاقیت پر ایمان نہیں تھا۔ حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے سے آٹھ ہزار برس پہلے ہر ایک دانے پر اس کے کھانے والے کا نام رب نے لکھدیا ہے۔ پس دل میں ایمان لانا چاہئے کہ وہی ہمارا رزّاق ہے۔ یہی ایک مسئلہ نہ سمجھنے سے لاکھوں گُمراہ ہوگئے۔

(۲) ہر ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ اس بات پر اعتقاد کرے کہ میرا ایک رزاق ہے۔ رب کے معنی عربی میں پالنے والا۔ رزاق کے معنی رزق دینے والا۔ رب نے جو رزق مقرر کردیا ہے یہ ہزار محنت و کوشش کرے ایک دانہ نہیں بڑھتا اور بغیر محنت و کوشش کے بیٹھا رہے تو ایک دانہ کم نہیں ہوتا۔ مال بڑھ سکتا ہے۔ مگر رزق نہ بڑھتا ہے نہ کم ہوتا ہے۔ جتنا قسمت میں لکھا ہوا ہے اتنا ضرور پہنچے گا ؎

بر سرِ ہر دانہ بنوشتہ عیاں[۵۱]　　کیں فلاں ابن فلاں ابن فلاں

مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔ ع رزق تو بر تو ز تو عاشق تر است[۵۲]۔

(۳) صبح سے شام تک لوگ تشویش کرتے ہیں کہ ہمیں رزق کی تکلیف ہے کافی نہیں ہوتا۔ اس کے کیا معنی۔ کیا وہ رزاق قادر نہیں۔ جو ماں کے پیٹ میں دیتا رہا۔ وہ باہر لاکر کیا بھول جائے گا۔

(۴) مکہ شریف میں دو بزرگ آئے بخارا شریف کے۔ مکہ شریف کے بزرگوں نے اُن سے بخارا کے بزرگوں کا حال دریافت کیا انھوں نے کہا کہ مل جائے تو کھاتے

---

۵۱ ہر دانہ پر صاف لکھا ہوا ہے کہ فلاں شخص کی قسمت کا ہے جو فلاں شخص کا بیٹا اور فلاں شخص کا پوتا ہے۔

۵۲ تیرا رزق تجھ سے زیادہ تجھ پر عاشق ہے۔



ہیں ورنہ خاموش رہتے ہیں۔ مکہ شریف والوں نے کہا ہمارے کتے بھی ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ مکہ شریف والے مل جائے تو دوسرے کو دے کر کھاتے ہیں نہ ملے تو شکر کرتے ہیں۔

(۵) بخارا کے بزرگوں نے کہا کہ ساری زمین پر کچھ نہ پیدا ہو تو ہم کو کچھ فکر نہیں مکہ والوں نے کہا کہ تمہارا ایمان پورا نہیں۔ تم زمین اور ترد د پر ایمان رکھتے ہو اور خدائے تعالیٰ کی زبان پر بھروسہ نہیں کہ فرماتا ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ[1] إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ[2] وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا[3]۔ پھر ہم کو رزق کا فکر و غم کیوں کرنا چاہیے غم وہ کرے جس کا رب نہ ہو۔ زبان سے تو کہتا ہے کہ میرا رب ہے۔ دل میں بھی اس کا یقین ہو جائے تو پھر کیا ہی بات ہے۔

(۶) پنجاب کے ایک بزرگ گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ دیا ہوا تو مالک کا کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم محنت کرتے ہیں، کماتے ہیں تو کھاتے ہیں۔ مالک کی رزاقیت پر ایمان نہیں۔

(۷) مشرک وہی ہے جس نے خزانچی کو داتا سمجھ لیا۔ داتا داتا ہے۔ خزانچی خزانچی۔ داتا رب ہے حضرت[4] خزانچی۔ حدیث۔ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي

(۸) میرے استاد نے پڑھا ہے

رزق[5] ہر چند بے گماں برسد — شرط عقل است جستن از درہا

---

[1] اور تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ [2] بیشک اللہ رزق دینے والا قوی، دتوانا ہے۔ [3] زمین پر کوئی چوپایہ نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔ [4] بیشک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔ [5] اگرچہ رزق جو قسمت میں ہے یقیناً ملتا ہے لیکن رزق ملنے کے دروازوں سے رزق کو تلاش کرنا بھی شرط عقل مندی ہے۔



اُن کے بڑے بھائی نے کہا معنی غلط ہیں ؎

رزقِ[1] ہر چند بے گماں برسد　　　شرطِ عقل است جستن از درہا

عقل کا یہ تقاضا ہے کہ مخلوق کے دروازے کو کودجائے جب تک اُس کی نگاہ مخلوق کے دروازہ پر ہے۔ اُس کا ایمان پورا نہیں۔

(۹) حضرت بہاؤالدین آملی؟ ایک بزرگِ کامل گزرے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ایک بزرگ تھے غار میں جاکر بیٹھ گئے۔ ان کو خدائے تعالیٰ کی بارگاہ سے دونوں وقت کھانا آجاتا تھا۔ ایک دن کھانا نہ آیا۔ شیطان نے آکر کہا کہ بھوکے مرجاؤ گے وہ باہر گئے۔ سوال کیا دو روٹیاں ملیں۔ کتّا پیچھے لگ گیا۔ ایک روٹی ڈال دی پھر پیچھے لگا۔ دوسری بھی ڈال دی۔ بزرگ نے کہا تو بڑا بے حیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ کتے نے کہا کہ تو بے حیا ہے۔ یا میں۔ تجھ کو رب روزانہ کھانا دیتا رہا تو تو اُس کے دروازہ پر پڑا رہا۔ ایک دن نہ دیا تو اس کا دروازہ چھوڑ کر دوسروں کے دروازے پر گیا۔ مجھ کو دیکھ کہ جس مالک کے گھر پر پڑا رہتا ہوں۔ وہ اگر کئی کئی دن بھی نہیں دیتا ہے تو میں اُس کا دروازہ چھوڑ کر دوسرے کے دروازہ پر نہیں جاتا۔

(۱۰) خدائے تعالیٰ نے ہم کو ماں کے پیٹ میں بھی غذا دی ہے۔ غذا منہ کے راستہ نہیں دی بلکہ نال کے ذریعہ دی۔ اس وجہ سے کہ منہ سے زبان سے کلمہ پڑھنا تھا۔

(۱۱) اولاد کا کیا رب رازق نہیں ہے۔ اولاد کا فکر تم کیوں کرتے ہو۔ ایک بزرگ مرنے لگے۔ اُن کا تین برس کا ایک فرزند تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ فرزند کے لئے کیا کہتے ہو۔ جواب دیا اُن کا مالک میں نہیں ہوں۔ اُن کا مالک اللہ ہے۔ وہی ان کا رازق ہے۔ رب کی رزاقیت پر ایمان ہے تو پھر فکر کس کا ہے۔

---

[1] پہلے شعر میں (جُستن) تھا یعنی ڈھونڈھنا۔ دوسرے شعر میں اس کو (جَستن) کر دیا یعنی کود جانا وسیلہ رزق کو چھوڑ دینا۔



بہ ناداں آنچناں روزی رساند   کہ دانا اندر آں حیراں بماند

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

آج کل کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں۔ ان لوگوں نے حضو
کی ذاتِ پاک کو ظاہر پر قیاس کر لیا۔ خدا ئے تعالیٰ فرماتا ہے وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ
اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (پ ۹ آخری رکوع اعراف) یعنی ظاہری آنکھوں سے
تو وہ آپ کو دیکھتے ہیں۔ لیکن دل کی آنکھیں اُن کی اندھی ہیں۔ وہ دل کی آنکھو
سے نہیں دیکھ سکتے۔

ابوجہل اشد اندھا کہاں دیکھا محمد کو   جو صدیقوں نے دیکھی ہے وہ صورت مصطفیٰ ک

(۲) [illegible] نے آپ کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا اور اپنے اوپر قیاس کر
آپ کو اپنا ہم مثل سمجھا اور یہ کہا وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ
يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (پ ۱۸ سورہ فرقان کا پہلا رکوع)۔ ترجمہ: "کیا ہے اس رس
کے لئے جو کھاتا ہے کھانا۔ اور پھرتا ہے بازاروں میں"۔ اس پر خدا تعالیٰ اپنے نبی کو مخ
کر کے فرماتا ہے۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ۔ ترجمہ:۔ "دیکھو یا رسول
یہ کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں"۔ ان کافروں نے اپنے پر قیاس کر کے آپ کو اپنے
سمجھ رکھا ہے۔ کافروں کے اس کہنے پر بارگاہِ الٰہی سے کیا حکم ہوتا ہے؟ خدا ئے
فرماتے ہیں فَضَلُّوْا یعنی جنھوں نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنے م
سمجھ لیا وہ ہمیشہ قیامت تک گمراہ ہو گئے۔ آگے خدا ئے تعالیٰ فرماتے ہیں
يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا یعنی "ان کے راہِ راست پر آنے کی ان سے استط
چھین لی گئی"۔ وہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہیں۔ وہ مرتد ہو گئے۔ يُنْشَوْا وَمِثْلُ

لہ وہ جاہل کو اس طرح [illegible] دیتا ہے کہ عالم عقل مند دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔

کے متعلق رسالے لکھنے والے اس آیت شریف کو غور سے پڑھ لیں۔

(۳) (کافروں نے کہا (ا) مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ (پ ۱۸ س مومنون رکوع ۳) نہیں ہے یہ مگر تم جیسا بشر وہ کھاتا ہے جیسا تم کھاتے ہو۔ وہ پیتا ہے جیسا تم پیتے ہو۔

(ب) فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (پ ۱۸ س مومنون رکوع ۲) کہا سرداروں نے جو کافر ہوئے تھے قوم اُس کی سے۔ نہیں ہے یہ مگر آدمی تمہارے جیسا۔ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بشر ہو کر ہم کو ہدایت کریں گے۔

توضیح:۔ جنہوں نے پیغمبروں کی نسبت بشر کا لفظ استعمال کیا اُن کے لئے آیت شریف فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا میں کیا حکم ہوا؟ فرمایا فَكَفَرُوْا وہ کافر ہو گئے۔ سارا قرآن شریف اوّل سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ خدائے تعالیٰ نے کسی کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ مگر اُن کے بارے میں جنہوں نے پیغمبروں کی نسبت بشر کا لفظ استعمال کیا۔ جتنے باطل فرقے ہیں وہ اس مضمون کو غور سے دل کی آنکھیں کھول کر پڑھیں۔ اور اپنے عقائدِ باطلہ سے توبہ کریں از سرِ نو اسلام میں داخل ہوں۔

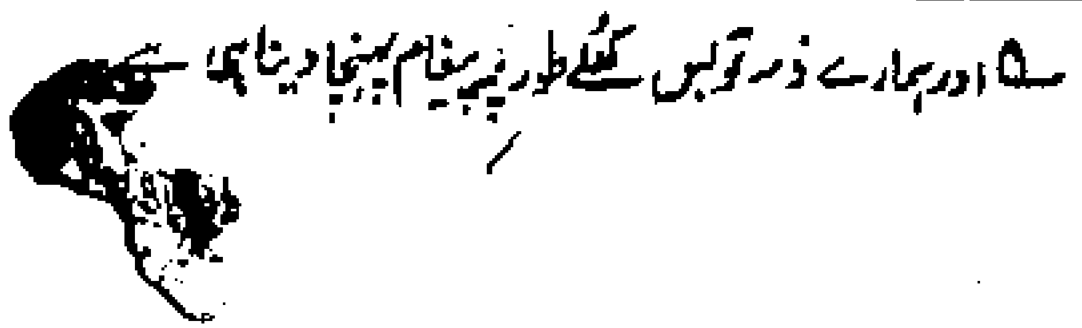
وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔

اُس وقت کافروں نے پیغمبروں کی نسبت بشر کا لفظ کہا تھا۔ افسوس ہے کہ اب مسلمانوں نے کہنا شروع کیا ہے۔

(۴) قرآن شریف يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (پ ۲۲۔ س احزاب کا رکوع ۴) یعنی خدائے تعالیٰ اُمہات المومنین کو خطاب کر کے فرماتے ہیں "لے

ـــــــــــــــــــ

؎ اور ہمارے ذمہ تو بس کھلے طور پہ پیغام پہنچا دینا ہے۔



حضرتؐ کے ازواج مطہرات۔نہیں ہو تم مثل کسی عورت کی عورتوں میں سے" کیا فرماتے ہیں؟ دنیا کی کوئی عورت تمہاری مثل نہیں۔ اور تم دنیا کی کسی عورت کی مثل نہیں۔ اس کے کیا معنی؟ کیا وہ عورتوں کی مثل نہیں ہیں اور دنیا کی عورتیں اُن کی مثل نہیں ہیں۔ پھر خدائے تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ اس بارہ میں مفسرین لکھتے ہیں کہ اُمہات المومنین کی نسبت آپ کی طرف ہو گئی۔ اس لئے دنیا کی کوئی عورت اُمہات المومنین کی مثل نہیں۔ اور اُمہات المومنین دنیا کی کسی عورت کی مثل نہیں۔ اس آیت شریف کے کیا معنی ہوئے؟ یہ کہ جس چیز کی نسبت آپؐ کی ذاتِ پاک کی طرف ہو جائے وہ بھی دوسروں کی مثل نہیں ہو سکتی۔ چہ جائے کہ آپؐ کی ذاتِ پاک دوسروں کی مثل ہو۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(۵) خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ[۱] (پارہ ۴ ربع اول ۳ رکوع) جتنے پیغمبر گزرے یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ ان سب پیغمبروں کی کم و بیش اُمتیں تھیں۔ مگر تم سب سے بہتر ہو۔ کون فرماتا ہے؟ خدائے تعالیٰ۔ جب خدائے تعالیٰ کے فرمانے کے مطابق حضرتؐ کے غلام سارے پیغمبروں کی اُمت سے بہتر و افضل و اعلیٰ ہوئے تو کیا وہ رحمۃ للعالمین سب سے اعلیٰ و اشرف نہ ہوں گے۔ اُمم سابقہ کے لوگوں کی عمریں ہزار ہزار برس کی تھیں وہ ہزار برس تک عبادت کرتے رہتے تھے۔ ان کی عمریں اور عبادتیں زیادہ مگر خَیْرَ اُمَّۃٍ کا خطاب و مرتبہ ہم کو بخشا گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہماری نسبت آپ کی ذاتِ پاک سے ہو گئی ہے ؎

بارہا گفتند دمی گو بند و گفتن واجب است | بعد حق افضل توئی اشرف توئی اعلیٰ توئی
نے خدا گویم ترا نے حق بہ شکل آدمی | بندۂ مولا توئی ہم بندہ را مولا توئی

حضرتؐ رب کے بندے اور سب کے مولیٰ۔

---

[۱] تم بہترین امت ہو۔



کاش بشر مثلکم کی رٹ لگانے والے بھولے بے ہی اس آیت شریف کو پڑھ لیں۔ انشاء اللہ ان کی تشفی ہو جائے گی۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ؁ (پ ۲۲ س احزاب رکوع ۶) اس آیت شریف میں خدائے تعالیٰ نے حضرتؐ کو سات خطابوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ پہلے نبی پھر رسول۔ پھر شاہد پھر مبشر پھر نذیر پھر داعی الی اللہ پھر سراجاً منیرا۔ آپ کے ہم مثل ہونے کے مدعی جو لوگ ہیں، میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ ان کو ان میں سے کونسا خطاب بخشا گیا۔ اگر کوئی خطاب ان میں سے نہیں بخشا گیا تو مدعیان مثلیت حضرتؐ کے مثل کس طرح ہو سکتے ہیں۔

(۶) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (پ ۳ س ۲ رکوع ۱۳)

خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرما دیجئے ان لوگوں سے جو دعوے کرتے ہیں خدائے تعالیٰ کی ذات کی محبت کا اگر وہ دعوے کرتے ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے ... ہیں۔ یہ دیہ کہ خدائے تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے مثلاً حضرت آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ اُس وقت جس پیغمبر کے پیچھے لگ کر بارگاہِ الٰہی میں پہنچ جاتا تھا۔ پہنچ جاتے تھے۔ یا رسول اللہ ان کو فرما دیجئے کہ وہ دروازے تو سب بند ہو گئے۔ صرف ایک میرا دروازہ کھلا ہے۔ جو قیامت تک کھلا رہے گا۔ اب اگر تم بارگاہِ الٰہی میں پہنچنا چاہتے ہو تو میرے پیچھے لگ کر چلے آؤ۔ اتباع کے معنی ہیں قدم بہ قدم چلنا۔ کسی کے پیچھے لگ کر چلنا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ تم میری تابعداری کرو گے تو خدا تم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔ تمہارے سارے گناہ بخشدے گا۔ اس کی ذات بڑی غفور رحیم ہے۔ کیا مدعیان مثلیت کی اتباع بھی وہی نتیجہ پیدا کرے گی جس کا اوپر ذکر ہے۔

؁ اے نبی بیشک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے اور خوش خبری دینے والا۔ اور ڈرانے والا اور اللہ کی اجازت سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔



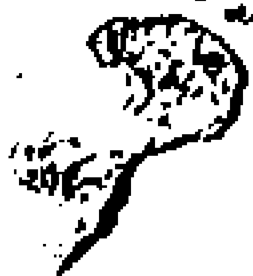
(۷) وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے یارسول اللہ کیا مسلمان کیا کافر کیا جن اور دوسرے عوالم سب کے لئے آپ کی ذات کو رحمت بنا کر دنیا میں بھیجا ہے یعنی سب مخلوق کے لئے آپ کی ذات رحمت ہے۔ پس مدعیان مثلیت بتائیں کہ ان کو کس عالم پر رحمت بنا کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اگر رحمت نہیں تو پھر ہم مثل ہونے کا دعویٰ کیا۔

(۸) قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى إِلَيَّ (پارہ ۱۶ آخری آیت سورہ کہف) خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یا حضرتؐ آپ فرما دیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں مگر میری طرف وحی آتی ہے۔ بے سمجھوں نے بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کو لے لیا يُوْحٰى إِلَيَّ کو چھوڑ دیا۔ پنجاب میں ایک شخص نماز نہیں پڑھتا تھا۔ ایک بزرگ نے اس سے کہا تو نماز کیوں نہیں پڑھتا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے پرسش نماز کی ہوگی۔ مسلم اور کافر میں فرق ظاہری صرف نماز ہی کا ہے۔ تو اس شخص نے کہا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ۔ بزرگ نے فرمایا اس کے آگے پڑھ۔ اس شخص نے جواب دیا سارا قرآن تیرے باپ کو ہی یاد ہوگا اور اس پر تیرے باپ نے ہی عمل کیا ہوگا۔ مجھے تو عمل کے لئے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ ہی کافی ہے۔ اسی طرح بے سمجھوں نے بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کو لے لیا يُوْحٰى إِلَيَّ کو چھوڑ دیا۔

(۹) قرآن شریف میں ستر جگہ اپنے نام کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے آپؐ کو یاد فرمایا ہے۔ اور ستر جگہ اپنا نام پھر حضرتؐ کا نام فرمایا ہے۔ مدعیان مثلیت کا نام ایک جگہ بھی نہیں۔ وہ ثابت کریں کہ ان کو کس جگہ خدائے تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ ایک ہی جگہ ثابت کریں اگر ثابت نہ کریں تو حضرت کے مثل کیسے ہو سکتے

احادیث شریف :-

(۱۰) صحیح بخاری شریف لَسْتُ كَأَحَدِكُمْ۔ ترجمہ "میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں"



(۱۱) صحیح بخاری شریف اَیُّکُمْ مِثْلِی "کون ہو تم میں سے جو میری مثل ہو؟"

(۱۲) اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔ ترجمہ:۔ "میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں۔ وہی مجھے کھلاتے ہیں پلاتے ہیں" میری قوت تمہارے اس کھانے پینے پر نہیں ہے۔ جیسے جبرئیل کی قوت کھانے پر نہ تھی ؎

قوتِ جبرائیل از مطبخ نہ بود   بود از دیدار خلاقِ وجود

(۱۳) اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰہُ یُعْطِیْ۔ صحیح بخاری شریف میں وارد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور میں تمام مخلوق میں تقسیم کرتا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو تمام خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی ہیں اور حضرتؐ تقسیم فرماتے ہیں۔ حضرتؐ کے ہاتھوں میں ساری مخلوق کا رزق اور تربیت ظاہر و باطن ہے۔

(۱۴) جو دیوانے آپ کے ہم مثل ہونے کے مدعی ہیں وہ دیکھیں صحیح ترمذی شریف کہ حضور سراپا نور جس گلی و بازار سے گزر جاتے وہ گلی و بازار معطر ہو جاتے۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ جب کبھی ہم آپ کی تلاش میں جاتے تو کسی سے یہ نہ پوچھتے کہ آپ کدھر تشریف لے گئے خوشبو کی ہوا کی طرف رُخ کر کے دیکھتے۔ جدھر سے ہوا کی خوشبو آتی اُدھر جاتے تو آپ کی ذاتِ مبارک کو پا لیتے۔ مدعیانِ مثلیت کے جسم سے تو بغل گند کی اتنی بدبو آتی ہے کہ اگر وہ نماز باجماعت میں کھڑے ہوں تو دوسروں کو نماز پڑھنی مشکل ہوتی ہے۔ پھر آپؐ کیسے ہم جیسے بشر ہو سکتے ہیں؟

(۱۵) صحیح بخاری میں ہے ایک دن آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ تم لوگ صف میں کھڑے ہوتے ہو اپنے پیر برابر نہیں رکھتے فرمایا کہ تم یہ خیال نہ کرنا کہ میں آگے ہی دیکھتا ہوں میں جیسا آگے دیکھتا ہوں ویسا پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ فرمایا کہ جب صف میں کھڑے ہوا کرو۔ تو جسم ایک دوسرے کے

؎ جبرئیل کی غذا باورچی خانے سے نہ تھی۔ بلکہ خالق کائنات کے دیدار سے تھی۔



ساتھ لگا رہے۔ پیر برابر کر کے کھڑے رہا کرو۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ جیسے آپ سامنے سے دیکھتے تھے ویسے پیچھے سے بھی دیکھتے تھے ہم تو پیچھے سے نہیں دیکھ سکتے۔ پھر آپ کی ہم مثل کیسے ہو سکتے ہیں۔

(۱۶) قرآن شریف سورہ یوسف میں وارد ہے۔ مصر کی عورتوں نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا تو اُن کے ہاتھ میں سنترے اور چھریاں تھیں۔ اُنھوں نے کاٹنے تھے سنترے اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ یعنی زنانِ مصر یوسف کو دیکھتے ہی بیخود ہوگئیں۔ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں زنانِ مصر اگر میرے یوسف کو دیکھ لیتیں تو اپنے جگر کاٹ ڈالتیں۔

(۱۷) حدیث شریف میں آیا ہے۔ ہزارہا آدمیوں کا مجمع ہوتا۔ آپ سب سے اونچے بلند و بالا نظر آتے حالانکہ آپ کا قدِ مبارک موزوں و متوسط تھا۔

(۱۸) مدینہ منورہ میں ایک عورت رسولِ پاک کے پاس آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میری لڑکی کی شادی ہے۔ میں غریب ہونے کی وجہ سے عطر نہیں خرید سکتی۔ حضرت نے اپنے پسینۂ مبارک کے چند قطرے اُس کو عنایت فرمائے۔ اور دولھن کو لگانے کی اجازت عطا فرمائی۔ صاحبِ مواہبِ لدنیہ لکھتے ہیں کہ اس لڑکی کی نسل سے (جو ترکوں میں موجود ہے) اب تک خوشبو آرہی ہے۔

(۱۹) رسولِ پاک پر ابر کا سایہ رہا کرتا تھا اور جسمِ اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور حضرت کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر گرتا۔ لوگ اس پر قدم رکھتے بے ادبی ہوتی۔ اس لئے رب نے اُٹھا لیا۔ وہ قیامت کے دن گناہ گاروں پر پڑے گا۔ حضرت نور ہیں نور کا سایہ نہیں پڑتا۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ ہماری آنکھوں کا نور اُس سایہ سے بنایا گیا ہے۔

ف اور ان عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے

(۲۰) اہلِ سُنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کی نسبت یہ کہدے کہ میری یہ چیز ایسی ہے جیسی حضرتؐ کی تھی۔ یا یہ چیز میری ان کی مثل ہے۔ اتنا لفظ کہدینے سے وہ شخص بے ایمان کافر ہوگیا۔ پچھلے جتنے اُس کے عمل تھے سب برباد ہوگئے۔ اور آگے جو عمل کرے گا وہ قبول نہ ہوں گے۔ تو جو لوگ آنحضرت کو اپنے جیسا قیاس کرکے اُن کے ہم مثل بنتے ہیں اُن کا کیا درجہ ہوگا۔

(۲۱) حضرت امام اعظمؒ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا محمد ہم جیسے بشر ہیں یا نہیں۔ جواب میں امام صاحب نے فرمایا ؎

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا کَالْبَشَرِ ۔ بَلْ ھُوَ یَاقُوْتٌ فِی الْحَجَرِ [۵۱]

(۲۲) حضرت نے فرمایا میرا ظاہر تمھاری طرح ہے۔ مگر مجھ میں اور تم میں فرق یہ ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے تمھارے پاس نہیں آتی۔

(۲۳) بڑے بڑے کاملین ہم مثل ہونا چھوڑ کر اپنے لئے یہ کہتے ہیں کہ ؎

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم ۔ زانکہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

حضرت قدسیؒ فرماتے ہیں کہ میں بڑا نادم ہوں بڑا شرمندہ ہوں کہ میں نے اپنی نسبت آپ کے دربار کے کُتّے کے ساتھ کی تھی۔ کجا آپؐ کا دربار اور کجا یہ گنہگار۔ حضورؐ کے دربار کے کتے کی طرف اپنی نسبت کرتے ہوئے کاملین شرمندہ ہوتے ہیں۔ حضرت کے ہم مثل ہونے کا دعوے اُن سے کیا ہوسکے گا۔

ع۔ بہ بیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا [۵۲]

ع۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک [۵۳]

(۲۴) میں کہتا ہوں کہ ساری دنیا میں مشرق سے مغرب تک چلے جاؤ ایک کی شکل

---

۵۱ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بشر ہیں لیکن عام بشر کی طرح نہیں۔ بلکہ وہ پتھروں میں یاقوت ہیں۔ ۵۲ دیکھو راہ کا فرق کہاں سے کہاں تک ہے۔ ۵۳ خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت

دوسرے کی شکل سے، ایک کا رنگ دوسرے کے رنگ سے، غرض ہر چیز ایک دوسرے کی مثل نہیں ہے۔ تو حضرتؐ کس طرح ہم جیسے بشر ہو سکتے ہیں۔

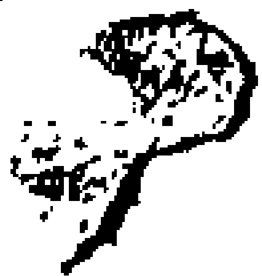
(۲۵) ہم میں اور حضرتؐ کی ذاتِ پاک میں از روئے شریعت ۲۷ درجے کا فرق حسب صراحت ذیل ہے:۔

سب سے پہلا درجہ بشر کا ہے اس کے اوپر مومن کا۔ مومن کے اوپر ابرار کا اس کے اوپر اخیار کا پھر مخلصین۔ صالحین۔ شہدار۔ متقین۔ مقربین۔ اولیاء اللہ۔ اوتاد۔ ابدال۔ نجبا۔ نقبا۔ قطب۔ غوث۔ تبع تابعی۔ تابعی۔ صحابی۔ اصحاب بدر۔ خلفاء راشدین۔ صدیق اکبر۔ نبی۔ رسول۔ اولوالعزم۔ مصطفےٰ۔ رحمۃ للعالمین۔

انسان زیادہ سے زیادہ اس زمانہ میں غوث کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے۔ مگر تبع تابعی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ وہ تو دروازہ ہی بند ہوگیا۔ اس کے اوپر کے درجوں تک ہم ہرگز ہرگز نہیں پہنچ سکتے تو پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر کیسے ہو سکتے ہیں۔

(۲۶) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر بچے کا نام رکھتے ہیں۔ "محمدؐ" پھر اس کی اہانت کے طور پر بچہ کا نام لے کر پکارا جاتا ہے۔ ایک وہ ایمان تھا کہ حضرت سلطان محمود غزنوی نے پکارا "او ایاز کے بیٹے" (جن کا نام محمدؐ تھا۔ اور جن کا مزار لاہور میں سُوہا بازار میں موجود ہے) حضرت ایاز بھی کھڑے تھے۔ عرض کی کہ حضرت نے میرے بیٹے کا نام لے کر کیوں نہیں پکارا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جب سے میں بالغ ہوا ہوں۔ آپؐ کا نامِ مبارک کبھی بے وضو زبان پر نہیں لایا۔ اس وقت وضو نہیں تھا۔ تیرے بیٹے کا نام لے کر اس وجہ سے نہیں بلایا کہ اس میں حضرتؐ کا نام داخل تھا۔

(۲۷) لاہور میں نور محمد ایک شخص کا بیٹا تھا۔ اس کا باپ زندہ تھا۔ باپ نے اپنے بیٹے کو نور محمد کہہ کر پکارا۔ نور محمدؐ کا بھی ایک بیٹا تھا، اس نے اپنے باپ کو نور محمدؐ کہہ کر



پکارا تو لوگوں نے کہا کہ باپ کا نام لے کر پکارنا حرام زادوں کا کام ہوا کرتا ہے۔ پس سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ وہ رسولِ پاک کو جو چاہے کہہ لے۔ لیکن بندوں کو شرم کرنا چاہیئے۔ ایک طرف تو اُمتی ہونے کا دعوے کرتے ہیں اور دوسری طرف اُن پر حملے کرتے ہیں۔ اُن کی اہانت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۲۸) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک اُلوہیت میں ہیں۔ اور حضرتؐ وحدہٗ لاشریک عبودیت میں ہیں۔ نہ تو اُس کا کوئی ثانی۔ نہ ان کا کوئی ثانی۔

(۲۹) آقا اور غلام کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ جتنی مخلوقات ہیں وہ سب آپؐ کی غلام اور آپؐ سب کے آقا۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ لولاہُ لما خلقتُ الدُّنیا جو کچھ ہوا اسی رحمۃ للعالمین کا طفیل ہے۔

ایک مرتبہ فقیر مدینہ منورہ میں حاضر تھا۔ اس وقت اونٹ کی سواری تھی۔ ترکوں کی سلطنت تھی۔ مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر چلا آیا۔ دوسرے دن قافلہ میں ایک شخص بمبئی کا رہنے والا ہمسایہ رفیق تھا۔ اُس نے مجھ کو کہا کہ میرا حال آپ کو معلوم ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ میرا نام سیٹھ محمد حسین ہے بمبئی قاضی محلہ جدید کا رہنے والا ہوں۔ میری لکڑی کی دوکان ہے۔ مجھے جذام کی بیماری ہو گئی تھی۔ بمبئی کے تمام ڈاکٹر اور یونانی طبیب و ویدک سے علاج کرایا۔ سب نے جواب دیدیا۔ پھر یونیر جا کر وہاں کے ڈاکٹر اور حکیموں سے علاج کرواتا رہا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس وقت تک میرا بیس ہزار روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ سب نے جواب دیدیا۔ اُن سے مایوس ہو کر بلکہ اپنی زندگی سے مایوس ہو کر مدینہ منورہ دربار نبوی میں حاضر ہوا۔ پرسوں مغرب کی نماز کے بعد مواجہ شریف میں کھڑے ہو کر رو رہا تھا اور یہ عرض کر رہا تھا کہ حضورؐ دنیا کے ڈاکٹروں اور حکیموں نے تو جواب دیدیا کہ تیری بیماری کا کوئی علاج نہیں۔ اب رحمۃ للعالمین کے دربار میں حاضر ہو گیا ہوں۔ یہ کہہ کر میں زار زار رو رہا تھا۔ آنکھیں

بند تھیں۔ جب دُعا مانگ کر آنکھیں کھولیں تو میرا بدن آئینہ کی طرح بالکل صحیح و سالم تھا۔ سبحان اللہ۔

(۳۰) امرتسر کا غلام شیخ نامی بوڑھا آدمی دیوانہ ہوگیا۔ تن بدن کی کوئی ہوش نہ تھی۔ اُسی حالت میں وہ مدینہ شریف حاضر ہوا۔ اِدھر حضرتؐ کی جناب میں حاضر ہوا اور اُدھر دیوانگی جاتی رہی۔ بالکل تندرست ہوکر بوڑھا آدمی تھا امرتسر واپس آگیا۔ اور مدت تک صحیح سالم زندگی گزاری۔

(۳۱) ایک دفعہ کا واقعہ ہے فقیر مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ میں نے مولوی ضیاءُ الدین صاحب کو جن کے مکان میں فقیر کا بستر ہے۔ اور ہمیشہ ٹھہرا کرتا ہے۔ کہا کہ کوئی حجّام بلاؤ۔ انھوں نے بہت اعلیٰ ہندوستانی کاریگر حجّام کو بُلایا۔ جب وہ چلا گیا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس کا حال آپ کو معلوم ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ انھوں نے کہا جہاز میں یہ شخص پہلے نوکر تھا وہاں بڑی معقول تنخواہ پاتا تھا۔ وہاں سے نوکری چھوڑکر مدینہ منورہ آگیا جو پیسہ روپیہ اُس کے پاس تھا خرچ کرتا رہا۔ جب روپیہ ختم ہوگیا تو حضرتؐ کی جناب میں مغرب کی نماز کے بعد جاکر رونا شروع کر دیا۔ کہ یا حضرت جو کچھ اپنے ہمراہ لایا تھا وہ خرچ ہوگیا۔ اب مانگنے کی عادت نہیں۔ بہت دیر تک روتا رہا اور یہ عرض کیا کہ اب رحمۃ للعالمین کے دربار میں حاضر ہوگیا ہوں۔ اس رونے کی حالت میں اس کی آنکھیں بند ہوگئیں اور وہ بیخودی کی حالت میں تھا۔ اُس کو معلوم ہوا کہ کسی نے اس کے کیسہ میں کوئی چیز ڈالی ہے۔ وہاں سے عرض کرکے باہر نکل آیا۔ کیسہ میں ہاتھ ڈالا تو اُس میں تین پونڈ تھے۔ وہ کھلے دل سے خرچ کرتا رہا۔ اور نیز لوگوں کی حجامت بنانا شروع کردیا۔ یہاں تک کہ وہ مالدار ہوگیا۔ فقیر دوسرے سال حاضر ہوا تو مولوی صاحب نے اسی حجّام کو بُلایا۔ اُس نے مجھے کہا کہ اب میں مالدار ہوگیا ہوں۔ مکان بھی اپنا خرید لیا ہے رب نے نیک بیوی بھی بخشی ہے۔ ایک فرزند بھی عطا فرمایا ہے۔ الحمد للہ۔



(۳۲) ایک مرتبہ سید ہاشم صاحب جو بہت بزرگ اور ضعیف العمر پنجاب کے مرید اور اہلِ بیت کے روضہ منورہ کے مجاور تھے۔ فقیر کے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ مکہ شریف والوں کی عادت ہے جب آتے ہیں تو واپسی پر پہلی منزل حضرت امیر حمزہؓ کے مزار شریف پر قیام کرتے ہیں۔ ایک شخص سیدھا سادھا تھا عبدالرحمٰن نام۔ اُس نے اپنے رفیقوں سے پوچھا۔ میں بہت دیر ہوئی یہاں پہنچ گیا ہوں تم نے اتنی دیر کیوں لگائی تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم کو رحمۃ للعالمین کے دربار سے برأت (نجات نامہ) مل رہی تھی۔ اُس کے حاصل کرنے میں ہم کو دیر ہوگئی۔ اُس نے جب سُنا اُسی وقت دوڑتا ہوا پھر مدینہ شریف پہنچا۔ مدینہ شریف وہاں سے تین میل ہے۔ حضرتؐ کی جناب میں حاضر ہو کر زار زار رونا شروع کر دیا۔ کہ حضرتؐ میرے ساتھیوں کو تو برأت مل گئی۔ اور میں محروم رہ گیا۔ بہت دیر تک روتا رہا۔ اُسی حالت میں اُس کو معلوم ہوا کہ اُس کے کیسہ میں کسی شخص نے چھوٹا سا کاغذ ڈال دیا ہے۔ رونے کے بعد باہر نکلا کیسہ سے کاغذ نکال کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا:۔

هٰذَا بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ

"عبدالرحمٰن کو دوزخ کی آگ سے نجات ہے" وہ پھر دوڑتا ہوا قافلہ میں پہنچا اور اپنے ساتھیوں کو جا کر کہا کہ میں بھی برأت لے آیا ہوں۔ انھوں نے جب پڑھا تو سارے متعجب اور حیران ہوئے۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے تو تیرے ساتھ مذاق کیا تھا۔ ہم کو کوئی برأت نہیں ملی۔ اور تیرے نصیب کہ تجھ کو برأت مل گئی۔ یہ تیری خوش قسمتی ہے۔

(۳۳) بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی رٹ لگانے والوں کی گستاخی بے ادبی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ وہ اس مضمون کو جس میں مشتے نمونہ از خروارے چند آیات شریفہ قرآنی اور احادیث شریفہ نبوی عقائد اور روایات و واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ اگر غور سے اور

دل کی آنکھیں کھول کر پڑھیں تو انشاء اللہ تعالیٰ یقین ہے کہ وہ اپنے عقائد باطلہ سے تو
کرکے صحیح راستہ پر پڑ کر اپنے تئیں اسلام کی فیوض و برکات سے معمور پائیں گے۔ ا
اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اُن پر رہے گا۔

یہ بیان جو عینِ ایمان ہے حضور سے محبت کرنے والوں کے لئے رحمت ثابت ہو گا
دشمنانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کے دلوں میں آپ کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری
ہے اُن کو یہ ایمان کی دولت کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست	محمد چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا مداحِ شانِ مصطفےٰ بس	محمد حامدِ حمدِ خدا بس

علم غیب

(۱) عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَ
مِنْ رَّسُوْلٍ (پ ۲۹ س جن رکوع ۲) "ہم کسی پر علم غیب ظاہر نہیں کرتے مگر
کو ہم پسند کر لیتے ہیں رسولوں میں سے"۔ علمِ غیب مخلوق کی نسبت بولا جاتا ہے۔ خدا
تعالیٰ کے نزدیک غیب کوئی چیز نہیں۔ سب مشاہدہ ہے۔

(۲) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ
مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (پ ۴ رکوع ۸) "نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ تم کو خ
کرے غیب کی بات پر لیکن خدائے تعالیٰ پسند کرتا ہے اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چا

(۳) حضرت عیسیٰؑ فرمایا کرتے تھے وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِ
فِيْ بُيُوْتِكُمْ (س آل عمران رکوع ۵) "میں تمہارے گھروں میں کوٹھریوں میں
چیز ہے۔ وہ سب تم کو بتا دیتا ہوں۔ یہ بھی بتا دیتا ہوں جو کچھ رات کو تم نے کھ

(۴) حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ



اَلْقُوْہُ عَلٰی وَجْہِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا وَّاْتُوْنِیْ بِاَھْلِکُمْ اَجْمَعِیْنَ ۔

پ ۱۳ ۔ س یوسف رکوع ۴) "یہ میرا کرتہ لیجاؤ میرے حضرت والد صاحب صلوٰۃ (اللہ علیہ) نابینا ہوگئے ہیں۔ ان کے چہرہ پر ڈال دینا۔ اُن کی آنکھیں روشن ہوجائیں گی۔ پھر تم سب مل کر سارے اہل وعیال میرے پاس آجانا۔"

حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میرے کرتہ کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرہ پر ڈال دینا۔ وہ بینا ہوجائیں گے۔ یہ علمِ غیب تھا یا نہیں! نہیں تو کیا تھا۔ اُدھر جب قافلہ چلا تو حضرت یعقوبؑ نے فرمایا اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ "مجھے آج حضرت یوسفؑ کی خوشبو آتی ہے"۔ منکرین جب خدائے تعالیٰ کے فرمان کو نہیں مانتے تو دوسرے واقعات کیسے مانیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ قرآن شریف کو نہیں مانتے۔ ورنہ قرآن شریف پر اُن کا ایمان ہے۔ اگر مانتے تو یہ ساری آیات شریف قرآن شریف کی ہیں۔ پھر انکار کیوں کرتے ہیں۔ فقیر کے نزدیک منکرین کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے۔ بلکہ اُن کے عقیدہ کے جو عالم ہیں ان کی زبان پر ان کا ایمان ہے وہ بغیر آیت شریف حدیث شریف کے کہدیں کہ ایسا ہے ایسا ہے تو مان لیتے ہیں۔ ہم اگر سارا قرآن شریف سُناتے ہیں تو بھی نہیں مانتے۔

(۵) حضرت آدمؑ کے حال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو قیامت تک جتنے واقعات ہونے والے تھے سب کے نام سکھا دیئے۔ فرشتوں سے حضرت آدمؑ کا علم بڑھا ہوا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کا علم زیادہ ہے یا حضرتؐ کا۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری ــــ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

قال اللہ تعالیٰ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ۔ میں نے سکھا دیا آپؐ کو جو آپ نہیں جانتے تھے۔

ف حضرت یوسفؑ کا حسن حضرت عیسیٰؑ کا دم اور حضرت موسیٰؑ کا ید بیضا۔ یہ سب معجزات ان رسولوں کو علیحدہ علیحدہ حاصل تھے اور آپ کو سب حاصل ہیں۔



(٦) يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا
دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (پ ٢٢ سورہ احزاب
رکوع ٦) اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضرتؐ کو سات خطابوں سے مخاط
فرمایا ہے۔ ایک خطاب نبی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گزرے ہیں۔ ٣١٣ رسول
نبی کے معنی عربی زبان میں لغت نکال کر دیکھو، غیب کی خبر دینے والے کے ہیں۔ خدا
تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ یعنی اے غیب کے خبر دینے والے تحقیق
ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا۔

شَاهِدًا کے معنی عربی میں ہیں گواہ۔ گواہ وہ شخص ہوتا ہے جس نے موقع پر اپ
آنکھوں سے واقعہ دیکھا ہو۔ عدالتوں میں ہر روز گواہ پیش ہوتے ہیں۔ حاکم گوا
سے پوچھتا ہے کہ تو نے کیا دیکھا۔ اگر وہ کہہ دے کہ میں نے دیکھا کہ میرے سامنے ما
رہا تھا۔ حاکم کہتا ہے کہ اس گواہ کو قائم رکھو۔ اگر گواہ کہہ دے کہ میں نے دیکھا نہیں
سنا تھا تو حاکم کہتا ہے کہ جاؤ تمہاری گواہی کوئی چیز نہیں۔ گواہی وہ معتبر ہوتی ہے
جو گواہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہو سنی ہوئی گواہی کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اگر حضرت
ہمارے حالات کو دیکھ نہیں رہے ہیں تو گواہی کس بات کی دیں گے۔ حضورؐ نہ صرف اس
دنیا میں تشریف لانے کے بعد سے مخلوقات کے حالات کے گواہ ہیں بلکہ اس سے
قبل کے زمانہ کے بھی۔ حضرت ملک الموت ساری دنیا کی مخلوقات کو دیکھ رہے
ہیں۔ اور ہر ایک کے سانس کا حساب کرتے ہیں۔ ہر ایک آدمی کو ایک دن رات میں
چوبیس ہزار سانس آتا ہے۔ وہ تو سب دیکھ رہے ہیں۔ اور سورج ساری دنیا کی
مخلوقات کو ایک وقت میں دیکھ رہا ہے۔ اس کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ مگر آپؐ کے
دیکھنے کا انکار کیا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ سورج کا نور زیادہ ہے یا حضرتؐ کا۔ آپ
فرماتے ہیں کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَخَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ نُّوْرِیْ



پہلے جو چیز رب نے پیدا کی وہ میرا نور تھا۔ باقی ساری مخلوق میرے نور سے پیدا کی۔"
سورج کو آپ کے نور سے کیا نسبت۔ سورج کا نور آپ کے نور کے سامنے ایک ذرہ
کی حیثیت کا بھی نہیں۔ جب سورج دنیا کے ذرہ ذرہ کو دیکھ رہا ہے تو حضرت کا اُن ذرات
کو دیکھنا کونسا مشکل ہے۔ حضور سراجاً منیراً ہیں۔ آپ کا چراغ قیامت تک روشن
رہے گا۔ اس لئے حضور کو اب بھی علم غیب ہے۔

(۷) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی اپنی تفسیر عزیزی میں وَيَكُونَ
الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (پ ۲ رکوع ۱) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرتؐ
اپنے نورِ نبوت کے ساتھ ہر اُمتی کے حالات اس طرح دیکھ رہے ہیں۔ جیسے ہتھیلی پہ
ایک رائی کا دانہ۔

(۸) وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (پارہ ۳۰ رکوع ۳ ربع ۳) ہمارا رسول غیب
میں بخل کرنے والا نہیں۔

(نوٹ) اس آیت شریف کی تفسیر میں مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی نے حاشیہ
میں حسبِ ذیل تشریح لکھی ہے:۔

"یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے۔ ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ
کے اسماء و صفات سے یا احکامِ شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیت و بطلان سے یا
جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے
میں ذرا بخل نہیں کرتا۔"

(۹) صحیح بخاری شریف میں ہے:۔ ایک شخص کا اونٹ گم ہوگیا وہ حضرتؐ کی جناب
میں مسجدِ نبوی میں آہ وزاری کرنے لگا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ پہاڑی کے پرے تیرا اونٹ
ہے۔ مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر فرمایا۔ وہ شخص وہاں پہنچا تو اس کا اونٹ وہاں موجود تھا۔ آپ
نے اُس کا پتہ بھی بتا دیا تھا کہ فلاں درخت کے پاس ہے وہ شخص اپنا اونٹ لے آیا۔



(۱۰) حضرتؐ نے فرمایا مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ (جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا) کا علم مجھ کو ہے۔

(۱۱) صحیح بخاری شریف میں ہے۔ مدینہ منورہ کی مسجدِ نبویؐ میں حضرت عمرؓ خطبہ جمعہ فرما رہے تھے۔ ذرا ٹھہرے اور فرمایا یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلَ تین مرتبہ آواز بلند فرمایا۔ جتنے لوگ بیٹھے تھے سب حیران رہ گئے۔ کجا خطبہ اور کجا ساریہؓ۔ اس وقت حضرت ساریہؓ مدینہ شریف سے ۳۰۰ میل سے زیادہ فاصلے پر تھے۔ پورے تین مہینے کے بعد ملک نہاوند سے جہاں کافروں کے ساتھ لڑائی تھی ایک قاصد آیا اور خبر دی کہ کافروں کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی پیچھے پہاڑ تھا آگے لڑائی ہو رہی تھی۔ اہلِ اسلام کا لشکر پہاڑ کے نزدیک تھا۔ کافر ذرا دور تھے۔ کافروں نے اپنی فوج کا ایک دستہ پہاڑ کے اُدھر سے بھیج دیا کہ پیچھے جاؤ۔ پہاڑ سے نیچے اُتر کر میدان میں آکر ایک طرف تم ہوگے ایک طرف ہم۔ مسلمان درمیان میں آجائیں گے۔ ہم اُن کو فنا کر دیں گے حضرت ساریہؓ تو اپنی لڑائی کے کام میں مشغول تھے۔ اُن کو اس واقعہ کی خبر نہیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے مدینہ منورہ کی مسجد میں خطبہ پڑھتے ہوئے ان کافروں کو پہاڑ سے نیچے اُترتے ہوئے دیکھ لیا اور حضرت ساریہؓ کو ڈانٹ کر بڑے جوش سے تین مرتبہ فرمایا پہاڑ کی طرف دیکھو۔ حضرت ساریہؓ نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ جاؤ پہاڑ کی طرف۔ جب ان کا لشکر پہاڑ کی طرف گیا تو کافر پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت ساریہؓ کے لشکر نے کافروں پر حملہ کر کے اُن کو شکست دی اور فتح یاب ہوا۔ اس حدیث شریف کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ حضرت عمرؓ تین سو میل سے زیادہ فاصلے سے کافروں کے لشکر کو دیکھ سکتے ہیں۔ تو حضرتؐ کا کیا درجہ ہوگا۔

(۱۲) حضرت پیرانِ پیرؒ فرماتے ہیں۔ میں ساری دنیا کے شہروں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں۔ جیسے ہتھیلی پر رائی کا ایک دانہ۔ دیکھو قرآن شریف اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ



كُلَّ شَيْءٍ میری رحمت نے ہر ایک چیز کو گھیر لیا ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

(۱۳) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنی تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحبؒ کی خدمت میں مہمان حاضر ہوا کرتے۔ باورچی نے عرض کی کہ حضرت بعضے دن مہمان زیادہ آجاتے ہیں۔ کھانا تھوڑا ہو جاتا ہے۔ آپ مجھے فرما دیا کریں جتنے مہمان آیا کریں میں اُتنا کھانا تیار کردوں۔ حضرت خواجہ صاحب کے پاس بلی بیٹھی ہوئی تھی۔ فرمایا کہ اس بلی سے پوچھ لیا کرو۔ باورچی بلی سے پوچھ لیا کرتا۔ جتنے مہمان آنے والے ہوتے۔ اُتنی مرتبہ بلی میاؤں میاؤں کہتی۔ باورچی اُتنے آدمیوں کا کھانا تیار کرلیتا۔ ایک مرتبہ بلی نے تین مرتبہ آوازیں دیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ تین مہمان آئیں گے۔ جب دسترخوان بچھایا گیا تو مہمان چار بیٹھ گئے۔ باورچی نے حضرت خواجہ صاحبؒ سے عرض کی کہ آج بلی نے غلطی کی۔ اُس نے تین آدمی کہے تھے آگئے چار۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے بلی کو کہا کہ باورچی تیری شکایت کرتا ہے تو نے اتنی غلطی کیوں کی پاس ہی مسافر کھا رہے تھے۔ بلی دوڑ کر گئی۔ ایک مسافر کے کپڑے کو پہلے ہاتھ کے پنجے سے کھینچتی تھی پھر کپڑے کو منہ ڈال کے کھینچا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس مسافر نے کہا کہ بلی سچی ہے۔ میں مہمان نہ تھا میں تو کافر ہوں۔ یہاں آگیا تھا۔ میں کسی بندۂ خدا کی تلاش میں تھا۔ یہاں آکر میں نے دیکھا کہ بلیوں کو بھی علم غیب ہے میں سچے دل سے کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں۔ اس حکایت سے یہ ثابت ہوا کہ منکرین علم غیب حضرتؐ کی ذاتِ پاک کی نسبت انکار کرتے ہیں۔ حضرت کے غلاموں کے غلاموں کی حیوان بلی جو آپ کی خدمت میں رہتی تھی اُس کو بھی علم غیب تھا تو بتا دیا کرتی تھی کہ آج اتنے مہمان آئیں گے۔ منکرینِ علمِ غیب اِس حکایت کو ذرا غور سے پڑھیں اور عقائد باطلہ سے توبہ کرکے زمرۂ اہلِ اسلام میں شامل ہو جائیں۔



(۱۴) فقیر اپنے چند چشم دید واقعات بھی علم غیب کے متعلق بیان کرتا ہے۔ شاید کوئی سعید ازلی ان واقعات کو پڑھ کر اپنے ایمان کو کامل کر لے۔ ان واقعات کو پڑھ کر ایک شخص کا ایمان بھی بچ گیا تو میری نجات کے لئے کافی و بس ہے۔

فقیر اپنے حضرت پیر و مرشدؒ کے ہمراہ امرتسر سے روانہ ہو کر موضع ڈیپیان والا تحصیل رریہ ضلع سیالکوٹ میں پہنچا۔ ولی داد خاں نامی ایک شخص کے گھر چھ لڑکیاں تھیں لڑکا کوئی نہ تھا۔ حافظ مہر دین صاحب نامی نے عرض کی کہ ولی داد خاں کے چھ لڑکیاں ہیں لڑکا کوئی نہیں۔ دعا فرمائیے۔ دوسرے سال آپ تشریف لائے پھر اُسی جگہ رات کو شب باش ہوئے حافظ مہر دین نے عرض کی کہ حضرت لڑکا کوئی نہیں۔ فقیر بھی تھا آپ نے فرمایا کہ لڑکا نہیں ہوا۔ جواب دیا نہیں۔ فرمایا گڑ منگواؤ۔ گڑ پر قرآن شریف دم کر کے ولی داد خاں صاحب مرحوم کو دیا۔ اور فرمایا کہ یہ اپنی عورت کو کھلا دے۔ اب تیسرے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔ اُس کا نام محمد شریف رکھنا۔ سارے مجمع کے سامنے علی الاعلان فرمایا۔ تیسرے سال پھر امرتسر سے آرہے تھے کہ خود ولی داد خاں بچہ کو اٹھا کر لایا اور عرض کی کہ حضرت محمد شریف حاضر ہے۔ اس وقت محمد شریف تین مہینے کا تھا۔ آپ نے بڑی مہربانی فرمائی اس کو پڑھ کے دم کیا۔

ابھی بچہ پیدا ہوا نہیں۔ ماں کے رحم میں بھی اُس کا نطفہ نہیں گیا۔ آپ پہلے ہی علی رؤس الاشہاد کھلم کھلا فرما رہے ہیں کہ بیٹا ہوگا۔ اس کا نام محمد شریف رکھنا۔ یہ علم غیب نہیں تھا تو اس کا نام کیا ہوگا؟

(۱۵) ایک اور واقعہ حضرت پیر و مرشدؒ کی موجودگی میں، موضع نویں ضلع گوجرانوالہ میں میاں حسن دین نے عرض کی کہ میرے گھر لڑکا کوئی نہیں۔ دعا فرمائیے۔ آپ نے دُعا فرمائی۔ فرمایا حسن دین رب تیرے گھر لڑکا دے گا۔ اُس کا نام محمد شریف رکھنا۔ پورے نو مہینے کے بعد وہ لڑکا پیدا ہوا۔ اُس کا نام محمد شریف رکھا۔ یہ علم غیب



نہیں تھا تو کیا تھا۔ یہ تو غلامانِ غلام کا علمِ غیب ہے۔

(۱۶) فقیر کے بڑے بھائی صاحب سید نجابت علی شاہؒ کے پاس مولوی امام دین صاحب ایڈیٹر رسالہ انوار الصوفیہ کی بیوی آئیں۔ ایک عورت نے عرض کی حضرت مولوی کے گھر میں کوئی اولاد نہیں ہے۔ اُن کی بیوی حاضر ہوئی ہے اُن کو حمل ہے۔ دُعا فرمائیے کہ لڑکا پیدا ہو۔ سب کے سامنے فرمایا کہ لڑکا تو نہیں لڑکی پیدا ہوگی۔ اُس کے بعد کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ اُس حمل میں لڑکی پیدا ہوئی۔ اُس کے بعد پچیس ۲۵ برس ہوئے مولوی صاحب کے گھر میں کچھ نہیں ہوا۔ منکرین اب کیا کہیں گے۔

(۱۷) ایک دفعہ فقیر اور فقیر کے بھائی سفرِ مدینہ منورہ میں تھے۔ میرے بھائی صاحب جو قافلہ کے ہمراہ تھے شہر سے باہر نکل کر شب باش ہوئے اونٹوں کے قافلہ میں۔ انہوں نے پچھلی رات سحری کا وقت تھا ایک آدمی کو میرے بلانے کے لئے کہ میں حرم شریف نبویؐ میں اصحابِ صفہ کے چبوترے پر حضرت آغا خلیل صاحب کے پاس تھا۔ بھیج دیا کہ جلدی آؤ قافلہ کے اونٹ لدے جارہے ہیں۔ میں نے حضرت آغا صاحب سے عرض کی کہ مجھ کو اجازت دیں۔ میں جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم ٹھہرو۔ امام شافعیؒ کی جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ کر جانا (اس وقت ترکوں کا زمانہ تھا) تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ بھائی صاحبؒ نے دوسرے آدمی کو بھیجا کہ جلدی آؤ قافلے کے اونٹ لدے جارہے ہیں۔ میں نے حضرت آغا صاحبؒ سے عرض کی حضرت اب تو دوسرا آدمی بھی آگیا قافلہ چلا گیا تو میں اکیلا کیسے جاؤں گا تو حضرت آغا صاحبؒ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں۔ تمھارا قافلہ ظہر کی نماز پڑھ کے جائے گا۔ سو جو دو آدمی بلانے کے واسطے آئے تھے وہ دونوں کھڑے تھے۔ اور میں اور آغا صاحب بیٹھے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ دو آدمی کھڑے ہیں۔ کیا یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اونٹ لدے جارہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں ظہر کی نماز پڑھ کے قافلہ جائے گا۔ حضرت آغا صاحب نے جواب دیا۔ اگر یہ





جھوٹ نہیں بولتے تو میں بھی جھوٹ نہیں بولتا۔ تمہارا قافلہ ظہر کی نماز پڑھ کے جائے گا۔ اُن کے فرمانے کی تعمیل کر کے امام شافعیؒ کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھ کر قافلہ میں پہنچ گیا۔ کئی ہزار اونٹ شامی۔ رومی۔ ترکی۔ تاتاری چلے گئے ہمارے پنجابیوں کے پچاس اونٹ تھے۔ وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں کبھی تو قافلہ سالار کے پیچھے کبھی مطوّف کے پیچھے اور کبھی مزود کے پیچھے پھرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ جلدی چلو جلدی چلو۔ اونٹ والے بدو کبھی گھاس خریدنے چلے جائیں کبھی دانہ خریدنے۔ کبھی حاجیوں سے کرایہ کے پیسے وصول کرکے آپس میں تقسیم کرتے تھے۔ اسی حالت میں ظہر کا وقت آگیا۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ جب آخر کا سلام میرے مُنہ میں تھا تو بدوؤں نے کہا حیّ حیّ چلو چلو۔ اُس وقت مجھے یاد آگیا۔ کہ آغا صاحب نے کہا تھا کہ تمہارا قافلہ ظہر کی نماز کے بعد جائے گا۔ تو وہ سچا نکلا۔

(۱۸) اُس کے دوسرے سال پھر مدینہ منورہ میں حاضر ہوا تھا۔ اس وقت ایک رات وہاں ٹھہر اکرتا تھا۔ مگر اب دو راتیں ہو گئیں۔ میں نے پچھلی رات حضرت آغا کی خدمت میں عرض کی کہ قافلہ پرسوں سے باہر نکل گیا۔ وہ چلا جائے گا مجھے جانے دو۔ فرمایا میں بات کہوں۔ میں نے عرض کی فرمائیے۔ فرمایا کہ آئندہ رات بھی تم ادھر ٹھہر و گے۔ اس پر میں نے کہا کہ پچھلے سال آپ نے جو فرمایا تھا کہ تمہارا قافلہ ظہر کی نماز پڑھ کر چلے گا۔ میں نے اُس پر یقین نہیں کیا تھا۔ مگر جو لفظ آپ کی زبان سے نکلے تھے وہ حرف بحرف سچے نکلے۔ اس پر آغا صاحب بڑے ہنسے کہ میری بات پر یقین نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا اس وقت تو یقین نہیں کیا آج یقین کر لیتا ہوں۔ چنانچہ قافلہ تین رات وہاں ٹھہرا رہا۔ اور میں حضرت آغا صاحب کی خدمت میں حاضر رہا۔ یہ علم غیب نہیں تھا تو کیا تھا۔ حضرت آغا صاحب اُس وقت بقیدِ حیات تھے۔ اس کے بعد میں مدینہ منورہ میں ہر سال حاضر ہوتا رہا۔ مجھے چلنے کے وقت آغا صاحب فرماتے کہ تو آئندہ سال بھی آئے گا۔ میں نے کہا نہ تو میرے پاس جسمانی طاقت ہے۔ نہ مالی طاقت ہے۔ میں کیسے آسکوں گا۔ فرمایا



ضرور آئے گا۔ ان کے فرمانے کے مطابق دوسرے سال رب مجھے لے جاتا رہا۔ وہاں حاضری کا شرف نصیب ہوتا رہا۔

(۱۹) حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے دادا پیر صاحب مارہرہ شریف یو۔ پی میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ حضرت بارہ برس گزر گئے میری بیوی کو گم ہوئے اُس کا کوئی پتہ نشان نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دُرویشوں کے پاس جائے تو خالی ہاتھ نہ جانا چاہیئے۔ تو خالی ہاتھ کیوں آیا ہے۔ آپ نے اس کو اپنی چادر مبارک دی اور ایک آنہ کے پیسے دیئے۔ فرمایا جاؤ ایک آنہ کے پھول لے آؤ۔ وہ باغ سے پھول خرید کر واپس آرہا تھا۔ اس باغ کے اندر ایک حوض تھا۔ دیکھا تو اس حوض کے کنارے اس شخص کی عورت ننگی مادر زاد بیٹھی ہے۔ یہ وہی چادر جو حضرت صاحب نے دی تھی اس کو اُڑھا کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں آکر پوچھا کہ تو کہاں سے آئی اس نے کہا کہ میں بخارا شریف میں تھی۔ آج ایک شخص کے ساتھ میرا نکاح کرنا چاہتے تھے۔ مجھے غسل کے لئے بٹھایا ہوا تھا۔ میں غسل کر رہی تھی۔ اتنے میں یہ بزرگ آگئے۔ اور چادر اڑھا کر لائے۔
یہ غلامان غلام کے علم غیب کا حال ہے۔ حضور کے علمِ غیب کا کیا حال ہوگا۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

(۲۰) صحیح بخاری شریف میں وارد ہے کہ ہر قبر میں منکر نکیر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ اور اس نبی کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ اِس سے ثابت ہوا کہ ہر قبر میں رسولِ پاک تشریف لاتے ہیں۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ ہفتہ میں دوبار ہر اُمتی کا اعمال نامہ رسولِ پاک کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام دنیا میں نوے کروڑ مسلمان ہیں۔ ایک ہی وقت میں نوے کروڑ اعمال ناموں کو دیکھ لینا آخر کیا بات ہے۔

(۲۱) حضرت شمسؒ تبریزؒ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں۔

در شعاعِ آفتابِ معرفت   واقفِ غیب دانی میکند



آفتابِ معرفت کی شعاع میں جب ذرہ لافِ غیب دانی کرتا ہے تو حضورؐ کی ذاتِ پاک کی (جس سے کائنات کا ظہور ہوا ہے) غیب دانی کس پائے کی ہوگی۔ سمجھ لو۔

شفاعت

(۱) اس زمانہ میں بعض لوگ جو دشمنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہر بات میں کوئی نہ کوئی نقص یا آپؐ کی کسرِ شان تراش کر لوگوں کے دلوں سے آپ کی محبت و عزت و قدر گھٹانے میں دن رات لگے رہتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (سورہ الم نشرح) "آپ کے ذکر کو ہم نے بلند کیا" کسی بازار میں چلے جاؤ۔ جس طرف سے تو نوگراف کی آواز آئے گی وہ نعت رسول اللہ ہی ہوگی۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر ہو رہی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی گھر یا کوئی چھپر دنیا میں ایسا نہیں رہے گا جس میں ایک مرتبہ نہ پکارا جائے گا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"۔ اگر میرے اس کلام میں شک و شبہ ہو تو ہر شہر میں جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس کی تصدیق کر لو۔ مگر جو دشمنِ رسولؐ ہیں جن کو نعت شریف سننے سے انکار ہے وہ آپ کی نعت شریف کیوں سنیں گے۔

ع "جلیں وہ خوب ہی یا رب عدو فی النار جا ٹھہرے"

دشمنانِ رسولؐ یہ شعر بھی یاد کر لیں ؎

سکۂ نامِ محمد نہ مٹا پر نہ مٹا ‏ مٹ گئے آپ ہی جتنے تھے مٹانے والے

شفاعت کے مسئلے کا اس زمانے میں انکار کیا جاتا ہے۔ دیکھو قرآن شریف وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (پ ۱۵ س بنی اسرائیل رکوع ۹) "خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ رات کو اٹھ کر (یا رسول اللہ) آپ تہجد کی نماز پڑھا کریں، جو آپ پر فرض کی گئی ہے۔ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود نصیب فرما دے گا" مقامِ محمود اس جگہ کا نام ہے جس پر آپ تشریف فرما ہو کر

شفاعت کریں گے۔ خدائے تعالیٰ تو فرمائیں کہ ہم آپ کو مقام محمود نصیب فرمادیں گے اور یہ دشمنانِ رسول انکار کریں اور کہیں کہ وہ شفاعت نہیں کریں گے تیری مقام کا تو خدا ہی کو علم ہے؛ جنت تو ہی جگہ ترے ادنیٰ غلام کی۔ خدائے تعالیٰ دسویں پارہ کے آخر میں فرماتے ہیں فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں یاد کرو یا رسول جب کافروں نے یہ دعا مانگی تھی کہ یا اللہ پاک ہم پر پتھر برسا یا کوئی سخت عذاب بھیجدے۔ پندرہ دن گزر گئے کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔ کافر ہنستے مسخریاں کرتے۔ کہ آپ سچے ہوتے تو ہم پر پتھر کیوں نہ برسائے جاتے۔ آپ نے سُنا تو ہماری بارگاہ میں دعا کی کہ یا اللہ کیا میں ترا محبوب نہیں۔ پھر کیا وجہ کہ کافروں نے اپنے مُنہ سے مراد مانگی ہیں نے تو بد دعا نہیں کی تھی۔ پندرہ دن گزر گئے ان پر پتھر نہیں برسائے گئے، اب وہ ٹھٹھے مسخریاں کرتے ہیں۔ اسی وقت جبرئیل آئے اور ہمارا یہ ارشاد آپ کو پہنچایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ ہم ہرگز ان کو عذاب نہیں کریں گے۔ کیونکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں۔ آپ کو ہم نے فرمایا وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ رحمۃ للعالمین کے ہونے ہوئے کیسے عذاب کریں۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں کافر بھی اگر عذاب سے بچے ہوئے ہیں تو یا رسول اللہ آپ کے طفیل سے ورنہ ہم ان کو پتھر برسا کر برباد کر دیتے۔ دنیا سے ان کا نام مٹا دیتے۔ آپ کی موجودگی میں کافروں پر عذاب نہیں کرتے تو آپ کے غلاموں پر کیوں کریں گے۔ ع

"اگر در خانہ کس است یک حرف بس است"

(۳) قرآن شریف قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (پ ۳ رکوع ۳) خدائے تعالیٰ جلّ شانہٗ کی ساتھ محبت ہے تو کیا کرو میرا اتباع کرو۔ میرے پیچھے پیچھے چلو۔ ہر بات میں میری نقل کرو۔ میری تابعداری کرو گے تو کیا نتیجہ ہوگا۔ خدائے تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالیں گے۔ اور پچھلے سارے گناہ بخش دیں گے [illegible] کی ذات غفور رحیم ہے۔

جب صرف آپ کی تابعداری کرنے سے خدائے تعالیٰ اپنا محبوب بنالیتا ہے تو حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدائے تعالیٰ فرمائیں گے اِشفَعْ یعنی شفاعت کرو۔ تُشَفَّعْ یعنی شفاعت قبول کی جائے گی۔

(۴) میرے گاؤں کے پاس ایک دشمنِ رسول آیا۔ نماز جمعہ پڑھانے کے بعد منبر پر چڑھ گیا۔ اور یہ لفظ کہے کہ لوگ کہتے ہیں قیامت کے دن حضرت اپنے غلاموں کی شفاعت کریں گے۔ جب وہ اپنے ماں باپ کی شفاعت نہیں کر سکتے تو دوسروں کی کیسے کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد کچھ اور بکتا رہا۔ جونہی وہ اپنی بکواس ختم کر چکا تو اس جگہ چودھری نقیر محمد صاحبؒ (خدائے تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت نصیب کرے) بیٹھے ہوئے تھے عالم تو نہ تھے۔ مگر درویشوں کے صحبت یافتہ تھے۔ نماز کے بعد چودھری صاحب نے لوگوں کو کہا کہ بیٹھے رہو۔ اس مولوی سے پوچھا کہ یہ حافظ قرآن جو ہیں ان کا کچھ درجہ ہے یا مرتبہ یا اُن کوئی ثواب ہے یا نہیں؟ تو وہ مولوی کہنے لگا۔ کہ حافظوں کا بڑا درجہ ہے۔ حافظ وہ ہوگا جس کے سینہ میں کلام پاک ہوگا۔ اس کو دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی (قرآن شریف حفظ نہیں ہو سکتا جب تک کہ حضرت کا دست مبارک اس کے سینہ پر نہ پھرے) پھر کہا کہ قیامت کے دن لوگ ایسے ہوں گے کہ تختوں پر بیٹھے ہوں گے، زمین پر نہیں بلکہ ہوا پر ان کے تخت اُڑتے ہوں گے۔ ان تختوں پر جو بیٹھے ہوں گے ان کے سروں پر تاج ہوں گے ان کی روشنی سورج سے بھی زیادہ ہوگی۔ لوگ فرشتوں سے پوچھیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ فرشتے جواب دیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بیٹوں نے دنیا میں قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ تب چودھری صاحب نے کہا کہ ان کے ماں باپ کو یہ درجہ اُن کے اپنے عملوں کے طفیل ملے گا۔ یا بیٹوں کے طفیل۔ تو مولوی صاحب کی زبان سے نکل گیا بیٹوں کے طفیل۔ اتنا سُن کر چودھری صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب ایک حافظ قرآن کے طفیل تو اُن کے

والدین کو یہ درجے ملیں گے جو آپ نے بیان کئے۔ جو لولاک کے مالک ہیں ان کے والدین کو کتنے درجے ملیں گے۔ ان کی کیا شان ہوگی۔ مولوی کا تو منہ کالا ہوگیا۔ مولوی نے سر نیچے ڈال لیا۔ چودھری نے کہا کہ بے دین تو ہمارا دین چھیننے کے لئے آیا ہے۔ ہم دیہاتی آدمی ہیں تو ایمان کا ڈاکو ہے۔ اسی وقت نکل جا۔ وہ (۲۰) من چاول بانتی کے ہر سال مولوی کو دیا کرتا تھا۔ وہ بند کردئے۔ یہ درجے اور مرتبے تو بغیر شفاعت کے ہیں۔ جب آپ شفاعت کریں گے تو کیا ہوگا۔ دیکھو قرآن شریف وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ○ (سورۃ النساء پارہ ۵ رکوع ۹) شفاعت کا ثبوت جتنا اس آیت شریف سے ملتا ہے اتنا کسی سے بھی نہیں۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں: کسی رسول کو ہم نے نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ اس رسول کی فرمانبرداری کرائی جائے اور اگر انھوں نے گناہ کئے ہیں تو وہ آپ کے پاس آجائیں۔ مدینہ منورہ میں اور ہماری بارگاہ میں اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور اگر حضرتؐ بھی ان کی سفارش کریں کہ یا اللہ پاک یہ میرا غلام ہے۔ تو انھوں نے رب کی ذات کو پالیا ○

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری ۔۔۔ گو ملک و مال و خویش و وطن سے جدا ہوا
قابل تھا نار کے مجھے جنت ہوئی نصیب ۔۔۔ اس در کی حاضری سے تو قسمت بدل گئی

اس دربار کی حاضری سے جہنمی جنتی بن جاتے ہیں۔ رب کی ذات کو پا لیتے ہیں سارا قرآن شریف پڑھو کسی جگہ خدائے تعالیٰ نے نہیں فرمایا یہ کام کریں تو رب کی ذات کو پالیں گے۔ مگر اس آیت شریف میں فرمایا کہ جو آپ کے پاس مدینہ شریف میں جاکر حاضر ہوگیا۔ اور بخشش مانگی اور آپ نے اس کی سفارش کی تو اس نے رب کی ذات کو پالیا۔ باقی رہے تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ یہ وصف ہے۔ رب کی ذات

کو پالیا۔ تو کس حالت میں پایا۔ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا۔ اور جس نے رب
کی ذات کو پالیا۔ اس کے لئے باقی ہی کیا رہا؟

(۵) وَلَا يَنْفَعُ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ ۝ (سورۃ مدثر) شفاعت کرنے والوں
کی شفاعت ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ لوگ شفاعتِ رسول کریمؐ کے منکر ہیں۔ جب کہ
اس آیت شریف سے نہ صرف حضرتؐ کا شفاعت کرنا ثابت ہے بلکہ شافعین جمع کا صیغہ
ہے۔ اس میں دوسرے شفاعت کرنے والے بھی ثابت ہوتے ہیں۔ اس سے
ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے سوائے اور بہت سارے شفاعت کریں گے۔ دیکھو حدیث
شریف "تمام مومن اپنے متعلقین اپنے دوستوں کی شفاعت کریں گے"۔

(۶) اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ
رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فرشتے
جنھوں نے عرشِ معلیٰ کو اٹھایا ہوا ہے اور جو اس کے گرداگرد ہیں وہ کیا کرتے ہیں؟ ایک
تو رب کی حمد تسبیح پڑھتے ہیں۔ دوسرے جو ایماندار ہیں جو پڑھتے ہیں لآ الٰہ الا اللہ محمد
رسول اللہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ اُن کے گناہ بخشدے
گناہ ہم کریں اور دعائے مغفرت ہمارے لئے فرشتے مانگیں۔ یہاں سمجھنے کی
بات ہے کہ فرشتے کن کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ مومنوں کے لئے نہ کہ
موحدوں کے لئے۔ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں گے جو پڑھیں گے لَآ اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والوں کے لئے فرشتے
دعائے مغفرت نہیں کرتے۔ آپ کے نام کا کلمہ شریف پڑھنے والوں کے لئے
خود بخود فرشتے دعائے مغفرت کر رہے ہیں۔ اور فرشتوں کی دعا رد نہیں کی جاتی وہ
ضرور قبول ہوتی ہے۔ جب فرشتے خدائے تعالیٰ کے فرمان کے مطابق مومنوں کے
لئے دعا کر رہے ہیں تو آپ کی شفاعت کرنے پر ان کے غلاموں کی مغفرت خدا کیے تو

کیا نہ فرمائیں گے۔" اگر در خانہ کس است یک حرف بس است"

(۷) ساری دنیا میں یہ قاعدہ ہے کہ کسی مجرم کی سفارش کسی حاکم کے پاس وہی شخص کر سکتا ہے جس کا اس حاکم کے ساتھ کوئی تعلق ہو۔ دوسرے اُس حاکم کے دل میں سفارش کرنے والے کی کوئی وقعت و عزت ہو تو وہ اس کی بات پر عمل کر کے سفارش قبول کرے گا۔ اگر کوئی غیر نا آشنا کسی مجرم کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کرنا تو ایک طرف رہا حاکم اس کی بات کو سنتا تک بھی نہیں۔ سفارش کرنے والا بھی اسی وقت سفارش کرتا ہے جب اس کو یقین ہو جائے کہ میری سفارش منظور ہو گی۔ اگر سفارش کرنے والے کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ حاکم میری بات سُننے کا بھی نہیں تو وہ سفارش کیوں کرے گا۔ یہی معنی ہیں مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ کے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک ہماری اجازت نہ ہو گی کوئی شخص ہمارے پاس کسی کی سفارش یا شفاعت کر نہیں سکتا۔ خدائے تعالیٰ کی جناب میں اُس کی اذن کے بغیر کوئی کسی شخص کی سفارش یا شفاعت نہیں کر سکتا۔ خدائے تعالیٰ شفاعت کرنے کی اسی کو اجازت دیں گے، جس کی سفارش یا شفاعت آپ کو منظور ہو اگر منظور نہ کرنی ہو تو اجازت ہی کیوں دیں گے۔ اس ضمن میں ایک حدیث شریف بھی مجھے یاد آ گئی۔ قیامت کے دن ساری مخلوق اکٹھی ہو کر حضرت آدمؑ کی خدمت میں جائے گی کہ آپ ہمارے باپ ہیں بارگاہِ الٰہی میں ہماری سفارش کرو۔ حضرت آدمؑ فرمائیں گے کہ مجھے حکم ہوا تھا کہ اس درخت کا دانہ نہ کھانا۔ میں نے غلطی سے کھا لیا تھا۔ اس لئے میں معذور ہوں تمھاری سفارش نہیں کر سکتا۔ مخلوق پھر حضرت نوحؑ کی خدمت میں جائے گی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ پھر حضرت موسیٰؑ۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کے پاس جائے گی۔ تو سارے پیغمبر صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کہیں گے کہ تم اگر اپنی سفارش چاہتے ہو تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو شفیعِ عاصیاں ہیں ان کے



پاس جاکر عرض کرو آج سب کی سفارش کرنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہی ہیں۔ جب ساری مخلوق حضرتؐ کی جناب میں حاضر ہوگی۔ آپؐ ان سب کی
سفارش فرمادیں گے۔

(۸) وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں
والضحٰی میں کہ یارسول اللہ ہم آپ کو عنقریب اتنا عطا فرمائیں گے کہ آپ راضی
ہوجائیں گے۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں اتنی رحمت اتنا فضل کریں گے کہ آپ
راضی ہوجائیں گے۔ آپ کی رضا ہم کو منظور ہے جب یہ آیت شریف نازل ہوئی
تو صحیح بخاری شریف کی حدیث شریف ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے
فرمادیا کہ مجھے راضی کرلیں گے۔ فرمایا وَاللّٰهِ لَا اَرْضٰى وَلَوْ كَانَ وَاحِدٌ
اُمَّتِىْ فِى النَّارِ قسم کھاکر فرمایا قسم ہے۔ اللہ کی میں کبھی راضی ہونے کا نہیں۔ اگر میرا
غلام ایک بھی دوزخ میں رہ جائے۔ میرا نام لیوا، اور پھر دوزخ میں جائے
جب خدائے تعالیٰ نے بغیر آپ کی شفاعت و سفارش کے یہ فرمایا
یارسول اللہ ہم آپ کو راضی کرلیں گے۔ اور آپ قسم کھاکر فرمارہے ہیں کہ میں راضی
ہونے کا نہیں اگر میرا ایک نام لیوا بھی دوزخ میں رہ جائے۔ جب شفاعت کے
بغیر ہی خدائے تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ آپ کو راضی کرنا ہمارا کام ہے۔ تو شفاعت ا
کدھر رہی۔ رضا مقدم رکھی گئی ہے تو اس کے سامنے شفاعت کوئی چیز نہیں ہے

اچھے اُن کے ہیں تو اے کیف بُرے کس کے ہیں ۔۔۔ اپنی اُمت ہے محمدؐ کو پیاری س

(۹) عزیزم شیخ غلام علی نقشبندی گورداسپوری کا شعر ہے کہ

بھلے بُرے سبھی جاتے ہیں رحم تو دیکھو ۔۔۔ نکالتے نہیں بد کو بھی وہ مدینے

(۱۰) صحیح بخاری کی حدیث شریف ہے بِهِمْ تُرْزَقُوْنَ وَبِهِمْ
تُنْصَرُوْنَ۔ آپ ... کہ تمہارے اندر وہ اللہ کے مقبول و برگ



ب بندے ہیں جن کے طفیل سے تم کو رزق دیا جاتا ہے۔ جن کے طفیل تم زندگی بسر
رہے ہو۔ جن کی برکت سے تمھارے لئے بارش ہوتی ہے۔ اس حدیث
ریف کے کیا معنی۔ آپ فرماتے ہیں اگر ایک بندے نہ ہوں تو نہ تم زندہ رہ سکو۔
م کو رزق مل سکے۔ نہ تم بود و باش کر سکو۔ اس حدیث شریف سے یہ مسئلہ بھی
ل ہو گیا کہ جو لوگ بندگانِ خدا پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ طفیلی ہیں ۔
نت مزدوری کمائی دوسرے لوگ کریں اور پیرانِ عظام بیٹھے بیٹھے کھا لیتے
ں معترضین کا اعتراض بالکل غلط ہے۔ اور لچر ہے۔ پیرانِ عظام لوگوں کے طفیلی
سیں۔ بلکہ باقی ساری مخلوق پیرانِ عظام کی طفیل کھا رہی ہے۔ ان ہی کے طفیل
ے بارشیں ہوتی ہیں۔ ان ہی کے طفیل سے رزق دیا جا رہا ہے۔ ان ہی کے
یل سے یہ زندہ رہتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ
نْتَ فِيهِمْ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں اگر کافر بچے ہوئے ہیں تو آپ کے
طفیل ورنہ ہم اُن کو تباہ کر دیتے۔

(۱۱) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ کن کی؟ اپنے غلاموں
کی جو منکرِ شفاعت یا حضورؐ کی اہانت کرنے والے یا کسرِ شان کرنے والے ہوں گے۔
ان کی شفاعت نہ فرمائیں گے ؎

ندکے پیش تو گفتم غمِ دل ترسیدم　　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

تعظیمِ اہلِ بیت

(۱) وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ
ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ (پ ۲۷ س طور ع ۱)
جو لوگ ایمان لے آئے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان



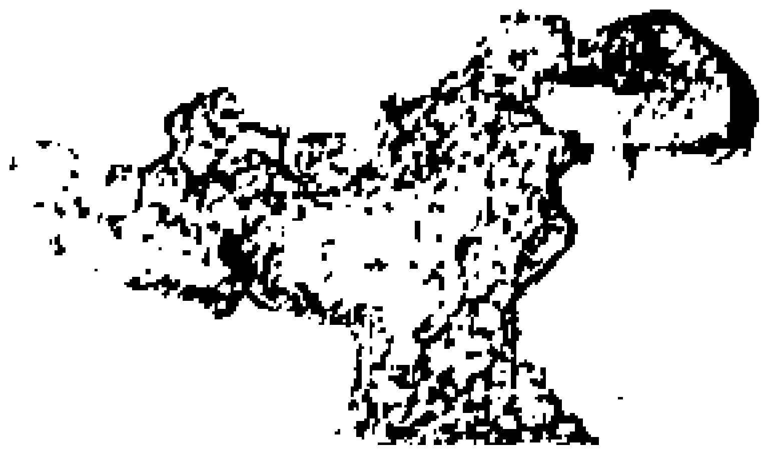
کی تابع داری کی۔ باپ دادا کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔ اپنے آباؤ اجداد کا اتباع کرتے رہے۔ یعنی باپ دادا اگر اولڈ فیشن تھے۔ تو یہ بھی اولڈ فیشن رہے اپنے باپ دادے کے پرانے اطوار شریعت کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ اپنا جدی ورثہ جو اسلام ہے اس کو نہیں چھوڑا۔ تو قیامت کے دن ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے یعنی جس درجہ میں اُن کے آبا و اجداد ہوں گے، اسی درجہ میں ان کی اولاد بھی ہوگی وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ اس آیت شریف سے ثابت ہوا کہ جس درجہ میں قیامت کے دن حضرت تشریف فرما ہوں گے۔ اُسی درجہ میں آپ کی اولاد بھی ہوگی۔

تیرے مقام کا تو خدا ہی کو علم ہے　　جنت تو ہے جگہ ترے ادنیٰ غلام کی

(۲) اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (پ ۲۱ سورہ احزاب کا پہلا رکوع) جو مومن ہیں وہ اپنی جانوں سے بھی اولیٰ حضرتؐ کی ذات پاک کو سمجھے ہیں۔ اس آیت شریف کے فرمان کے مطابق جب تک کوئی حضرتؐ کی ذات پاک کو اپنی جان سے عزیز نہ سمجھے گا وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہے

بجز حُبِ محمدؐ کامل ایماں ہو نہیں سکتا　　خدا کا چاہنے والا مسلماں ہو نہیں سکتا

(۳) قرآن شریف فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (سورہ مومنون آخری رکوع) خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں قیامت کے دن تمہارے نسب کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ کس کا بیٹا ہے۔ کس نسل سے ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُلُّ سَبَبٍ وَّنَسَبٍ یَّنْقَطِعُ اِلَّا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ قیامت کے دن سب رشتے ناتے نسب قطع ہو جائیں گے۔ فرمایا مگر میرے رشتہ ناتہ اور نسب کا لحاظ خدائے تعالیٰ قیامت کے دن بھی کرے گا اس حدیث شریف سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اور آپ کے رشتہ ناتہ والوں کی قدر و منزلت ثابت ہوگئی۔ جس شخص پر آپ کا نام پاک آجائے



اس نام کے طفیل بابرکت سے اس کو خدائے تعالیٰ بخش دیں گے۔ اور جس نام میں آپ کا نام پاک آجائے گا اس کو خدائے تعالیٰ بخش دیں گے۔ تو کیا آپ کے نسب یا رشتہ ناتے والے کو نہ بخشیں گے؟۔ اگر در خانہ کس است یک حرف بس است۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہو گیا۔ کہ سید آلِ رسول اگرچہ وہ گنہ گار بھی ہو اور اس کے عمل قابلِ بخشش نہ ہوں تو اس کی پھر بھی بخشش ہو جائے گی۔ آپ کی ذاتِ پاکؐ کے نسب کے طفیل سے۔

(۴) پ ۳۰ سورہ والشمس وضحٰها میں خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں۔ حضرت صالحؑ کی اُونٹنی کو ان کی قوم نے مار ڈالا۔ ان کے مارنے پر خدائے تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ دیکھو آیت شریف فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ؕ صرف اونٹنی کے قتل کرنے پر اس قوم کو نیست نابود کر دیا۔ اس کا نام و نشان نہیں چھوڑا۔ جو سید الانبیا و سید الرسلؐ کی اولاد کو قتل کرے گا۔ یا ان سے بے ادبی یا گستاخی کرے گا تو سمجھ رکھیں ان کا کیا حشر ہو گا۔ بلکہ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ظالم اگر اونٹنی کے بچے کو رہنے دیتے۔ تو پھر بھی عذاب سے محفوظ رہتے۔ جو قاتلان حضرت حسینؓ کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ اس آیت شریف کو بھی پڑھیں۔

(۵) دیکھو قرآن شریف سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ (پ ۲۳ س صٰفٰت رکوع ۴) بعضے مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اِل آل کا مخفف ہے اِلیاسین کا مطلب آلِ یاسین ہے۔ مطلب یہ کہ خدائے تعالیٰ آپ کی آل پر سلام بھیجتا ہے۔ یٰسین حضرت کا خطاب ہے۔ جس کو خدائے تعالیٰ سلام فرما دیں اُس کے درجہ یا مرتبہ کو کون پہنچ سکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر سیدوں کا درجہ کیا ہو گا۔ کہ خدائے تعالیٰ ان کو سلام بھیجتا ہے۔

ـــه تو خدا نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو ہلاک کر کے برابر کر دیا۔ اور اس کو ان کے بدلہ لینے کا کچھ بھی ڈر نہیں۔



(۶) قُل لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى پ ۲۵
سورہ شوریٰ رکوع ۳) یا رسول اللہ کہہ دیں تم سے اُجرت نہیں مانگتا ہاں ایک اُجرت
مانگتا ہوں کہ میرے اہلبیت کے ساتھ محبت رکھو۔

(۷) دیکھو قرآن شریف اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ
يُسَبِّحُوْنَ رَبَّهُمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (پ ۲۴ سورہ مومن
رکوع ۱) خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وہ فرشتے جنھوں نے عرشِ معلیٰ کو اٹھایا ہوا
ہے اور جو اس کے گرداگرد ہیں وہ کیا کرتے ہیں۔ ایک تو رب کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ دوسرے
مومنوں کے واسطے دعا مانگتے ہیں۔ کہ اللہ پاک ان کے گناہ معاف کردے تو
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کی طفیل عرش معلےٰ کے فرشتے حضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے واسطے دعا کرتے ہیں۔ کہ یا اللہ ان کے غلاموں کو معاف
کردے بخش دے۔ ان کی خطا معاف کردے۔ چنانچہ اسی آیت شریف کے ترجمہ
میں مولوی محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے اپنے ایک قصیدہ میں
ایک شعر لکھا ہے

ترے طفیل سے اتنی تو ہو گئی تخفیف ۔۔۔ بشر گناہ کرے اور ملائک استغفار

دوسرا شعر

کرم کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسمِ بیکس کا کوئی حامیِ کار

اب اس دوسرے شعر کے مولوی محمد قاسمؒ کے لکھنے پر اور غیر اللہ سے مدد مانگنے
جو چاہو فتویٰ لگالو۔ یہ تمہارا کام ہے۔ شعر دکھانا میرا کام۔

(۸) حضرتؐ کی ذات پاک کے طفیل سے کافروں کو نجات مل رہی



ہے تو کیا اُن کی اولاد کی بخشش نہ ہوگی۔

آج کل غلط العام مشہور ہے کہ قیامت کے دن ہماری نجات عملوں پر ہوگی کسی وسیلہ یا ذریعہ یا کسی کے طفیل سے نہیں ہوگی۔ یہ بالکل غلط ہے اور یار لوگوں کی اُڑائی ہوئی بات ہے۔ دیکھو قرآن شریف خدائے تعالیٰ کیا فرماتے ہیں وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ (پ ۹ سورہ انفال) خدائے تعالےٰ فرماتے ہیں کہ یاد کرو یا رسول جب کافروں نے ہم سے سوال کیا تھا اور یہ بات کہی تھی کہ یا اللہ پاک، اگر تیرا کلام پاک یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچ تیری طرف سے ہیں تو ہم مان لیں گے بشرطیکہ ہم پر پتھروں کا مینہ برسا یعنی بجائے پانی کے قطروں کے ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور سخت عذاب بھیجدے تو پھر ہم مان لیں گے اس کے بغیر ہم نہیں مانتے۔ اس آیت شریف کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ کافروں کو یہ بددعا مانگے ہوئے پندرہ دن گزر گئے کوئی عذاب نہ آیا۔ کافر بڑے خوش ہوئے ٹھٹھے مسخریاں کرتے اور یہ کہتے تھے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے پیغمبر ہوتے تو ہمارے اوپر پتھر نہ برستے۔ جب آپ کو ان کا ٹھٹھا کرنا مسخری کرنا اور خوشیاں کرنے کا حال معلوم ہوا تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اے مولیٰ کیا میں تیرا محبوب نہیں ہوں۔ تیرا رسول نہیں ہوں۔ کافروں نے اپنے منہ سے مراد مانگی تھی۔ میں نے تو ان کے حق میں بددعا نہیں کی تھی۔ پندرہ دن گزر گئے۔ ان کے حق میں کوئی عذاب نہیں نازل ہوا۔ نہ ان کے اوپر پتھر برسے۔ اب وہ مسخریاں کرتے اور ٹھٹھے کرتے ہیں۔ تو اسی وقت جبرئیل تشریف لائے۔ اور یہ آیت شریف نازل ہوئی وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ (پ ۹ سورہ انفال رکوع ۴) خدائے تعالیٰ کبھی عذاب نہیں کریں گے ان کو حالانکہ آپ ان میں تشریف فرما



ہیں۔ آپ کی موجودگی میں عذاب وَمَاۤ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (پ ۱۷ سورہ انبیا آخری رکوع) رحمۃ للعالمین کے ہوتے ہوئے عذاب کیسے بھیجدیں گے۔ اجتماعِ ضدین تو محال ہے۔ عذاب تو اس جگہ پر ہوگا جس جگہ رحمت نہ ہوگی۔ اور جس جگہ رحمت ہوگی وہاں عذاب نہ ہوگا۔ اس آیت شریف سے کیا ثابت ہوا۔ کافر بھی بچے ہوئے ہیں تو رحمۃ للعالمین کی طفیل یا برکت سے بچے ہوئے ہیں۔ جب ان کی برکت سے خدائے تعالیٰ کافروں کو عذاب نہیں کرتا ہے تو ان کی اولاد پر کیسے عذاب کرے گا۔

(۹) اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (پ ۲۲ س احزاب رکوع ۱) اہلِ بیت کے گناہ فرشتے لکھتے ہی نہیں۔ حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ ان کا فعل گناہ کی شکل میں ہوتا ہے۔ مگر فرشتے لکھتے نہیں۔

(۱۰) اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ (حدیث) میں تمھارے اندر دو چیزیں بہت بھاری قیمتی اور بے مثل چھوڑ چلا ہوں۔ ایک کلام اللہ اور دوسری اپنے اہلِ بیت۔ اگر تم ان دونوں کو مضبوط کر کے پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ ہرگز میرے پیچھے گمراہ نہ ہو گے۔

(۱۱) دیکھو صحیح بخاری کی حدیث لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَنَفْسِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" کوئی شخص تم میں سے ایمان دار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جب تک میری ذات کے ساتھ اتنی محبت نہ کرے کہ مجھ کو پیارا سمجھے۔ اپنے باپ سے اپنے بیٹے سے اپنی جان سے ساری دنیا کی مخلوقات سے۔" اگر کوئی شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے اپنے کسی محبوب یا کسی معشوق سے سب سے بڑھ محبت کرتا ہے۔ تو ہم اس کو مومنِ کامل نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وہ اپنے محبوب کی محبت حضرتؐ کی ذاتِ پاک کی محبت سے زیادہ رکھتا



ہے۔ حالانکہ آپ نے فرمایا ہے کہ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ جتنی مخلوقات دنیا میں ہیں ان سب سے بڑھ کر میری ذات کے ساتھ محبت رہے۔ تو وہ مومنِ کامل کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

(۱۲) حدیث صحیح بخاری مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ کَسَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ اَوْ هَلَكَ "میرے اہل بیت کا حال ایسا ہے جیسا حضرت نوحؑ کی کشتی جو اس میں سوار ہو گیا وہ بچ رہا۔ جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا یا ہلاک ہو گیا" اور اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ قیامت کے دن جنتی جوانوں کے سردار ہوں گے جب وہ سارے جوانوں کے سردار ہوں گے تو کیا ان کی اولاد سردار نہ ہو گی۔ حُر یعنی شریف کا بیٹا حُر یعنی شریف ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں جس درجہ میں حضرت قیامت کے دن تشریف فرما ہوں گے اُسی درجہ میں آپؐ کی اولاد یعنی سیدوں کو بھی رکھا جائے گا یعنی جس اعلیٰ مقام جنت میں آپ ہوں گے۔ آپ کی اولاد بھی اُسی درجہ میں ہو گی۔

(۱۳) جو لوگ غیر قوم ہو کر سید زادی کے ساتھ نکاح کر لیتے ہیں وہ اپنے آپ کو کس طرح مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ ہر نماز میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ پڑھتے ہیں۔ اگر یہ نہ پڑھیں تو نماز ہی نہیں ہوتی اور رات کو سیدزادیوں پر سواری کرتے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور اہانت۔ بے ادبی۔ گستاخی اہل بیت کی ہو سکتی ہے۔ حالانکہ ساری فقہ کی کتابوں میں کھلم کھلا سیدزادی کا نکاح غیر سید سے بالکل ناجائز ہے۔ اہلِ فتویٰ کے نزدیک بھی یہ نکاح ناجائز ہے۔ اَلْاَعْرَابُ بَعْضُهُمْ کُفُوٌ لِبَعْضٍ۔ عرب ہی عربوں کے کفو ہو سکتے ہیں۔ عجمی عرب کا کفو نہیں ہو سکتا۔ فتوے کے اعتبار سے بھی ثابت ہوا کہ سیدزادی کا نکاح



کسی دوسری قوم کے ساتھ جائز نہیں ہو سکتا۔

(۱۴) حضرت امام شافعیؒ پڑھا رہے تھے۔ سامنے ایک کوٹھے کے اوپر بچے کھیل رہے تھے۔ آپ کبھی بیٹھتے تھے کبھی اُٹھتے تھے لوگوں نے دریافت کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا ایک صاحب زادے سیدان میں کھیل رہے ہیں جب وہ میرے سامنے آجاتے ہیں تو میں تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا ہوں۔

(۱۵) امام شافعیؒ فرماتے ہیں ؎

لَوْ کَانَ رِفْضٌ حُبَّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلْیَشْہَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ رَافِضِیٌّ

"اگر اہلِ بیت کی محبت رفض ہے تو جن اور انس سارے گواہ رہیں کہ میں پکا رافضی ہوں"۔ جو لوگ ہر بات میں امام شافعیؒ کے مقلد بنتے ہیں وہ ان کے اس شعر کو بھی پڑھ کر ان کے مقلد بننے کے مُدعی بنیں۔ اپنی آنکھیں کھولیں۔ اور اہلِ بیت کی عداوت چھوڑ کر ان کی محبت اختیار کریں۔

(۱۶) سید عملوں سے سید نہیں بن جاتا بلکہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی سید ہوتا ہے۔ قطب اور غوث پر اس کی تعظیم فرض ہے۔ جو اس کی تعظیم نہ کرے وہ قطب اور غوث نہیں رہ سکتا۔

(۱۷) سید فی الحقیقت سید ہوں یا نہ ہوں ان کی تعظیم فرض ہے۔ نام آتے ہی تعظیم فرض ہو گئی۔ سید کی نسبت تحقیق کی ضرورت نہیں۔ تحقیق کرنا اچھا کام نہیں بلکہ بے ایمانی ہے۔ تحقیق کرنے والے سے پوچھا جائے کہ اپنے باپ کا نطفہ ہونے کا اُس کے پاس کیا ثبوت ہے۔ کسی کے متعلق ہرگز بدگمانی نہ کرنی چاہیئے۔

(۱۸) تعظیم کے مسئلہ کی نسبت جب یہ ثابت ہوا کہ جس طرح مسلمانوں پر حضرتؐ کی تعظیم و ادب فرض ہے۔ ویسے ہی آپؐ کی اہلِ بیت کی تعظیم واجب و فرض ہے۔



اگر کوئی آپؐ کی اہلِ بیت کی تعظیم وادب نہیں کرتا۔ وہ مومن نہیں رہ سکتا۔ اگرچہ وہ نمازیں پڑھے۔ روزے رکھے۔ شرع میں وہ مومن نہیں کہلا سکتا۔

(۱۹) غوث قطب وغیرہ سب حضرتؐ کی آل پر درود بھیجتے ہیں۔ یہ درجہ سوائے آلِ محمدؐ کے اور کسی کو نصیب نہیں۔ اس لئے وہ واجب التعظیم ہیں۔

(۲۰) ایک مرتبہ ایک اخبار والے نے لکھا تھا کہ ساری دنیا میں نوے کروڑ مسلمان ہیں۔ وہ نوے کروڑ پانچوں وقت نمازیں کیا پڑھتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ ایک سیدزادے حیدرآباد میں سوئے ہوئے ہیں۔ نوے کروڑ مسلمان یعنی ساری دنیا کے مسلمان پانچوں وقت اُن کے لئے دعا مانگتے ہیں۔ کہ یا اللہ پاک آپؐ کی ذاتِ پاک پر بھی رحمت کر اور آپؐ کی آل پر بھی رحمت کر۔ کیا یہ درجہ اور مرتبہ سوائے آلِ رسول کے کسی دوسرے شخص کو نصیب ہے۔ اگر وہ ساری دنیا کی دولت بھی خرچ کرے۔ یہ درجہ اُس کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ خلیت کا دعویٰ کرنے والے بھی ذرا اس مضمون کو غور سے پڑھیں۔ اور مثلیت اور بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کے عقیدے سے توبہ کر کے حلقہ اسلام میں داخل ہوں۔

(۲۱) حضرت کی تعظیم اہلِ اسلام پر فرض ہے۔ جو آپؐ کی آل کی تعظیم نہیں کرتا۔ وہ حضرت کی تعظیم کر ہی نہیں سکتا۔ جو لوگ حضرتؐ کے ہم مثل ہونے کے مُدعی ہیں۔ وہ انؐ کی آل کی کب تعظیم کریں گے۔ جب کہ وہ خود آپؐ کی ہم مثل بنتے ہیں۔ جس شخص کے سینہ میں آپؐ کی ذاتِ پاک کی محبت نہیں یا وہ انؐ کی تعظیم نہیں کرتا۔ وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ آپؐ یا آپؐ کی آل اطہر کی تعظیم وہ شخص کرے گا جس میں ادب و محبت ہو۔ اس ادب و محبت کا نام ایمان ہے۔ دیکھو قرآن شریف

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ



(۲۲) کوئٹہ میں شیر علی نامی قالین فروش تھا۔ اس کی دوکان پر ایک انگریز پولٹیکل ایجنٹ آیا اور ایک قالین نقد خریدا۔ خریدنے کے بعد شیر علی نے اُس انگریز سے کہا کہ یہ قالین امیر دوست محمد خاں والئی کابل جو عبدالرحمٰن خاں کا دادا تھا اس کے نیچے بچھانے کا ہے۔ ان دنوں فرانس میں ایک نمائش تھی۔ اس انگریز نے قالین فرانس بھیجا۔ اور اُس کے ساتھ ایک چٹھی بھی لکھی جس میں لکھا تھا کہ یہ قالین امیر دوست محمد خاں والئی کابل کے نیچے بچھایا جاتا تھا۔ فرانس والوں نے اس انگریز کو لکھا کہ آپ نے امیر دوست محمد خاں کا قالین ہماری نمائش میں بھیج کر نمائش کی۔ اور ہماری عزت بڑھائی یہ قالین شکریہ کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔ اور پانسو روپیہ بطور انعام کے بھیجے جاتے ہیں۔ امریکہ سے کوئی سوداگر نمائش دیکھنے آیا تھا۔ اس نے پچیس ہزار کو خرید لیا۔ امریکہ میں اُس سوداگر سے عجائب گھر میں رکھنے کے لئے پچاس ہزار روپیہ میں وہ قالین خرید لیا گیا۔ وہ قالین دس روپے کا بھی نہیں تھا۔ اس پر ایک امیر کا نام آجانے سے کافروں نے پچاس ہزار کو خرید لیا۔ کسی نے تحقیق نہیں کی کہ امیر دوست محمد خاں کا ہے یا نہیں۔ آج کل مسلمانوں کا یہ کام ہو گیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ یہ تبرک حضرتؐ کا ہے تو اعتراض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ حضرتؐ کا ہی ہے۔ ان سے یہ پوچھو کہ تمہارا اپنے باپ کے نطفہ سے ہونے کا کیا ثبوت ہے پہلے تم اس کا ثبوت پیش کرو تو ہم تبرکات کا ثبوت پیش کریں گے۔

(۲۳) میں ایک دفعہ بمبئی میں تھا۔ حضرت مخدوم علی متقی کا وہاں مزار شریف ہے۔ مہائم شریف میں ۱۲ ربیع الاول کو ہر سال ایک مرتبہ حضرت کے موئے مبارک کی وہاں زیارت کرائی جاتی ہے۔ فقیر بھی ۱۲ ربیع الاول کو وہاں موجود تھا۔ نورانی سیٹھ نے مجھ سے [illegible] آپ کا کیا خیال ہے۔ کہ یہ موئے

مبارک سچا آپؐ کا ہے۔ میں نے کہا جب آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ "آپؐ کا موئے مبارک" موئے مبارک کی نسبت آپؐ کی طرف کرتے ہیں پھر مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں۔ جب موئے مبارک کی نسبت حضرتؐ سے ہو گئی تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ موئے مبارک حضرتؐ کا ہی ہے۔ پس تعظیم فرض ہو گئی ؎

عاشقاں راچہ کار با تحقیق   ہر کجا نام اوست قربانیم

(۲۴) ہم تو اس نام مبارک پر قربان ہیں۔ کوئی شخص کافروں کے گھر میں پیدا ہوا۔ ساری عمر کفر کرتا رہا۔ آخر عمر میں اس نے سچے دل سے ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لیا تو صرف ایک مرتبہ اُس کی زبان پر آپؐ کا نام پاک آنے سے ساری عمر کے کفر ساری عمر کے شرک اور ساری عمر کے گناہ بخشے گئے اور محمدی کہلانے کا مستحق ہو گیا۔

(۲۵) آج کل دشمنانِ رسول یہ کہتے ہیں کہ محمدی کہلانے سے بھی شرک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو جاتی ہے۔ ایمان کا نام شرک رکھ دیا ہے۔ کیا ان کی نسبت ان کے باپ کی طرف کرنے سے وہ مشرک نہیں بن جاتے۔ ان کا باپ بھی غیر اللہ ہے۔ حضرت آدم سے لے کر حضرت کے زمانے تک جتنے پیغمبر گزرے سب کی کم وبیش اُمتیں تھیں۔ اور ان سب کی نسبت ان کی طرف کی جاتی تھی۔ مثلاً حضرت عیسیٰؑ کی اُمت عیسائی کہلاتی تھی اور کہلاتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی اُمت یہودی کہلاتی تھی اور کہلاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام دنیا کی مخلوقات ہم کو یعنی مسلمانوں کو محمدی کے لقب سے ہی پکارتے ہیں۔ خدائی کوئی نہیں کہتا۔ حالانکہ دنیا میں جتنی مخلوقات ہیں خدائے تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ ان کو خدائی کوئی نہیں کہتا بلکہ وہ جس نبی کی اُمت ہوتے ہیں اُس نبی کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے۔ اور اسی نام سے اُن کو پکارا جاتا ہے ؎



نیک ہیں یا بد ہیں ہم اب تو انھیں کے ہو چکے ۔ جا پڑیں گے ان کے در پر جن کے کہلاتے ہیں ہم

ہم پیدا ہوئے محمدی ۔ دنیا میں تمام عمر محمدی کہلاتے رہے ۔ اور مرنے کے وقت بھی اُس کے فضل و کرم سے یقین رکھتے ہیں کہ محمدی ہو کر مریں گے اور مرنے کے بعد بھی مسلمانوں کی قبروں میں دفن ہوں گے ۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ محمدی کہلانے سے مشرک ہو جاتے ہیں ۔ مرجانے کے بعد مسلمانوں کی قبروں کو کیوں پلید کرتے ہیں ۔ چوڑھے چماروں کی قبروں یا عیسائیوں کی قبر میں جا کر کیوں دفن نہیں ہوتے ۔ انھوں نے تو یہاں تک بھی کہا ہے کہ غلام محمد کہلانے اور غلام محمد نام رکھنے سے کافر ہو جاتا ہے ۔ اگر وہ آپ کی غلامی سے انکار کرتے ہیں تو پھر شیطان کے غلام نہیں گے ؟

(۲۶) سید کا نام آجانے سے مسلمانوں پر اس کی تعظیم واجب ہو گئی ؎

فی الجملہ نسبتے بہ تو کافی بود مرا ۔ بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

ہمارا تو اس نام کو سلام ہے جس پر آپ کا نام پاک آگیا ۔ ہمارے نزدیک اُس کی تعظیم فرض ہو گئی ؎

عاشقاں را چہ کار با تحقیق ۔ ہر کجا نام اوست قربانیم

(۲۷) ایمان محبت کا نام ہے ۔ حضرت کے ساتھ جتنی محبت ہو گی اُتنا ہی ایمان کامل ہو گا ۔ مسلمانوں کے پاس دولت بڑھ گئی ۔ علم بڑھ گیا ۔ دنیاوی عزت بڑھ گئی ۔ مگر وہ جس کے بڑھانے کا حکم تھا وہ کم ہو گئی ۔ اور کم ہوتی ہی جا رہی ہے آج کل جو زمانے کی رفتار ہے یہ گمراہ کن فرقے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے دن رات مشغول رہتے ہیں ۔ پس جان لو کہ جس کے دل میں حضرت کی محبت اور آپ کی آل کی محبت ہے وہ جنتی ہے ۔ اور اگر کسی کے دل میں آنحضرت اور ان کی آل کی عداوت ہے ان کی کسر شان یا بے ادبی کرتا ہے تو وہ یقیناً جہنمی ہے ۔ جو حضرت کے غلام ہیں ہم کے غلام ہیں ۔ جو ان کا ... جیسا ہی قریبی رشتہ دار ہو ہمارا اُس



ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ جب ان کا حضرتؐ کی ذاتِ پاک سے تعلق نہ رہے تو ہمارا اُن کے ساتھ کیسے تعلق رہ سکتا ہے۔ ختم

ضرورتِ مرشد

(۱) جو لوگ مُرشد کی ضرورت کا انکار کرتے ہیں۔ اُن کو حضرتؐ کی رسالت کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ اگر پیر کی ضرورت نہیں تھی تو خدا نے تعالیٰ کو پیغمبروں کے بھیجنے کی ضرورت کیا تھی۔ کیا خدائے تعالیٰ براہِ راست ہدایت نہیں کر سکتا تھا۔

(۲) خدائے تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔ ہر قوم کے لئے ہم نے ہدایت کرنے والا بھیج دیا تاکہ وہ اُس کو راہِ حق کی راہ نمائی کرے۔ کیا وہ خود بخود ہدایت نہیں کر سکتا تھا۔

(۳) خدائے تعالیٰ نے الحمد شریف میں فرمایا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صراطِ مستقیم کی ہم کو ہدایت فرما۔ جب ہدایت کو حاصل کرنا فرض ہوگیا۔ تو جس کے ذریعہ سے ہدایت حاصل ہوگی اُس کا حاصل کرنا فرض نہ ہوگا۔ مصرعہ

علم ہدایت نہ ہدایہ مجو

ہدایت تو ہادی کے سکھلانے سے نصیب ہوگی۔ نہ کہ کتابیں پڑھنے سے۔

(۴) میرے اُستاد حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی علامہ زماں مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی رحؒ سے ایک شخص مسمّی زریں خاں پشاوری نے سوال کیا کہ کیا پیر کی ضرورت ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہاں پیر کی ہر مسلمان کے لئے ضرورت ہے۔ زریں خاں نے عرض کیا کہ حضرت کیا آپ کو بھی ضرورت ہے۔ آپ کو تو دینی دنیاوی سارے علم رب نے دئے ہیں۔ فرمایا مجھے بھی ضرورت ہے۔ فرمایا جس کام کو ہم خود بخود نہیں کر سکتے۔ ماں باپ اُستاد حضرت پیرو مرشد رحؒ کے [illegible] جب تک اِس کام کو محبت اور شوق

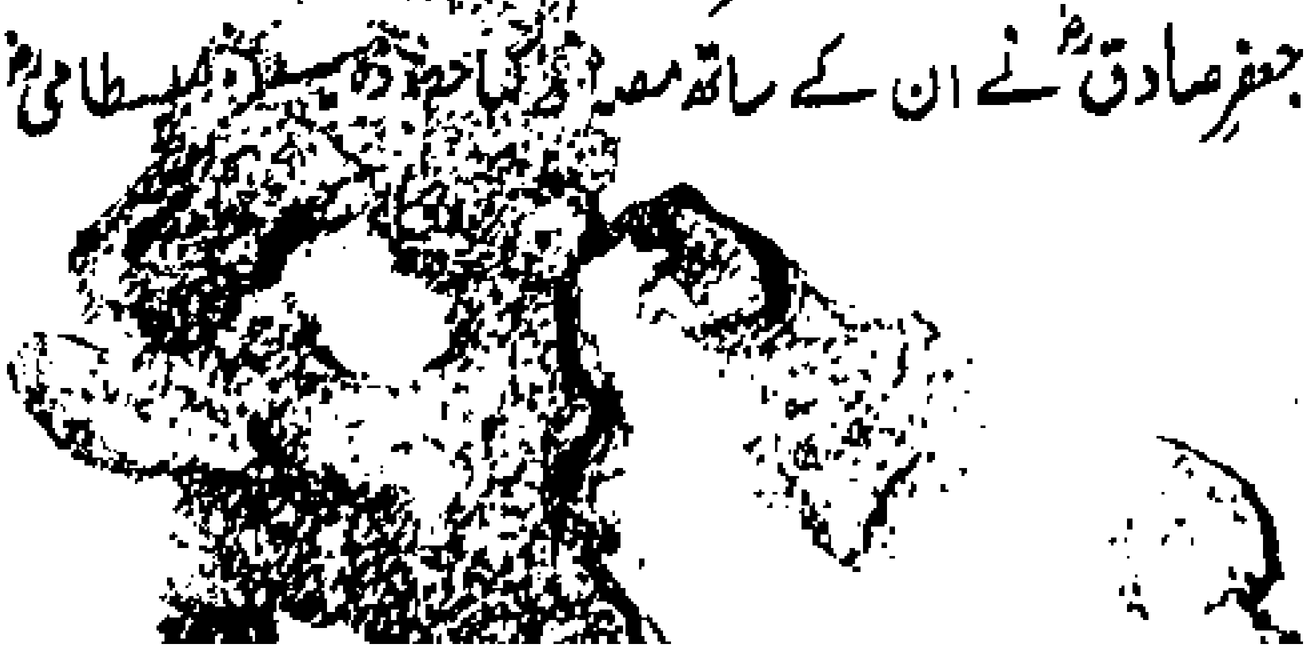
سے نہ کریں ہم کو آرام نہیں آتا۔ ان کے فرمانے کی عجب تاثیر ہوتی ہے۔ وہ بات ایک دفعہ فرما دیں۔ ان کے ایک دفعہ فرمانے سے ساری عمر انسان اس کام پر پابند رہتا ہے اور ہمیشہ اس پر عمل کرتا ہے ؎

جو کچھ کہ ملا ملا کرم سے تیرے　　　جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

(۵) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ فقیر مکہ شریف میں حاضر ہوا تو پہلی ملاقات میں پہلی حاضری میں میرے اُستاد حضرت مولانا مولوی عبدالحق صاحبؒ محدث نے مجھے ایک حدیث شریف کی اجازت دی۔ پانی دم کر کے پی کر مجھ کو پلایا۔ اور کھجوریں پڑھ کر کھلائیں محدثین کے نزدیک اس کو حدیثِ اسودین کہتے ہیں۔ حدیثِ مصافحہ:۔

مَنْ صَافَحَنِیْ اَوْصَافَحَ مَنْ صَافَحَنِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

"آپؐ نے فرمایا جس نے میرے ساتھ مصافحہ کیا یا اُس شخص کے ساتھ کیا جس نے میرے ساتھ کیا تھا قیامت تک۔ وہ جنت میں داخل ہوگا" اس حدیث شریف کا مطلب کیا ہے؟ آپؐ فرماتے ہیں جس نے میرے ساتھ مصافحہ کیا وہ جنت میں جائے گا۔ اُس کو جنت نصیب ہوگی۔ جس کو میرے ساتھ مصافحہ کرنا نصیب نہ ہوا وہ اس کے ساتھ مصافحہ کرے جس نے میرے ساتھ پہلے مصافحہ کیا تھا۔ اسی طرح قیامت تک جو مصافحہ کرتے جائیں گے۔ خواہ درمیان میں کتنے ہی ہاتھ آجائیں وہ مصافحہ اُن کے ساتھ نہیں بلکہ حضرتؐ کی ذاتِ پاک ساتھ ہوگا۔ وہ سب جنت میں داخل ہوں گے۔ یعنی جس نے بلا واسطہ آپؐ سے مصافحہ کیا وہ بھی جنتی۔ اور جس نے بالواسطہ قیامت تک آپؐ سے مصافحہ کیا وہ بھی جنتی۔ مثلاً حضرتؐ کے ساتھ مصافحہ کیا حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا حضرت سلمان فارسیؓ نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا حضرت امام قاسمؒ نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا حضرت امام جعفر صادقؓ نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا حضرت بایزید بسطامیؒ نے ان کے ساتھ مصافحہ



کیا حضرت ابوالحسن خرقانی رحمہ نے تو قیامت تک جتنے ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے جائیں وہ بھی جنت میں جائیں گے۔ کیونکہ وہ نورِ محمدی مصافحہ کی برکت سے اُن کے سینہ میں بھی منتقل ہو کر ان کے دلوں کو بھی نورِ ایمان سے منور کر دے گا۔ اس کی ظاہر مثال ہمارے پاس موجود ہے۔ کسی ہسپتال میں چلے جاؤ۔ جس میں بیماروں کو بجلی لگاتے ہیں۔ وہاں بجلی کا آلہ موجود ہے۔ تم اس آلہ کو ہاتھ میں پکڑ لو۔ سارے جسم میں رونگٹے پر فوراً بجلی اثر کرے گی۔ جس کے ہاتھ میں بجلی کی کڑیاں ہیں اس کے جسم میں تو بجلی اثر کرے ہی گی۔ اگر اس کے ساتھ دوسرے آدمی نے ہاتھ لگا دیا دوسرے کے ساتھ تیسرے اور تیسرے کے ساتھ چوتھے نے اور اسی طرح اگر لاکھ آدمی بھی ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ لگاتے جائیں گے ان سب میں وہی تاثیر بجلی کی پیدا ہوگی جو لاکھوں کے علیحدہ علیحدہ بجلی کو ہاتھ لگانے سے پیدا ہوتی۔ اگر کسی کو اس کلام میں شک ہو تو فقیر اس کے دکھلانے کو تیار ہے۔ اس مادی بجلی کا جو دو چیزوں کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے کوئی انکار نہیں کرتا۔ اُس خدائی بجلی نورِ محمدی کی بجلی کا انکار کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس میں تاثیر نہیں۔ یعنی اُس مادی بجلی کی تاثیر کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ اس خدائی بجلی نورِ محمدی کی روحانی بجلی کی تاثیر کا انکار کیا جاتا ہے۔ اور پھر کہتے ہیں کہ کہ ہم مسلمان ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ ہم سراجِ دین ہیں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

ایک زنجیر کا ایک ایک ٹکڑا دوسرے سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ خواہ وہ زنجیر کتنی ہی لمبی ہو۔ ایک سرے سے اُس کو ہلاؤ تو اُس کے آخر تک جس قدر کڑیاں ہیں سب میں حرکت پیدا ہوگی۔

مسئلہ۔ محدثین کی اصطلاح میں جب حدیث کے راوی تھوڑے ہوں گے اُس حدیث کا زیادہ اعتبار کر[illegible]ئے کرام کے نزدیک معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اِدھر جتنے ما[illegible]ور چلے جائیں گے اس کا

اعتبار زیادہ۔ کیونکہ متبرک اور نورانی ہاتھوں کی تجلی بھی اُس میں اثر کرتی جائے گی۔ تو جو شخص پیران عظام کے سلسلے میں ان کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر فیضانِ الٰہی یا نورِ محمدی یا روحانی تجلی حاصل کرنی چاہے اور اس نورِ محمدی سے اپنے قلب کو نورانی بنانا چاہے وہ کسی کامل کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قلبِ سیاہ کو روشن کر سکتا ہے۔

(۶) بیمار کو طبیب یا حکیم یا ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک ڈاکٹر یا حکیم آواز دیتا پھرے کہ آؤ علاج کرا لو تو کیا اُس دیوانے کے پاس کوئی جائے گا۔ کوئی نہیں جائے گا۔ بیمار کا فرض ہے کہ وہ طبیب یا ڈاکٹر کے پاس جا کر منت وزاری سے عاجزی سے ان کی خدمت میں عرض کرے کہ بیماری کا علاج کرو۔ یہ تو ظاہری بیماریوں کا حال ہے اور روحانی بیماریوں کا حال تو اس سے کئی درجہ بڑھا ہوا ہے۔ ظاہری بیماریوں میں تو کئی کئی مہینہ ظاہری طبیبوں کے زیرِ علاج رہتے ہیں۔ روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ظاہری بیماریوں کے لئے لاکھوں حکیم ڈاکٹر وید ہر ملک میں پیدا کر دئے ہیں۔ باطنی بیماریاں پیدا کیں تو کیا ان کے علاج کے لئے کوئی حکیم یا ڈاکٹر نہیں پیدا کیا؟ جو ظاہری جسمانی بیماریوں کا علاج کرے اُس کو حکیم یا ڈاکٹر یا وید کہتے ہیں۔ اور جو باطنی بیماری کا علاج کرے۔ اس کو مُرشد ہادی یا پیر کہتے ہیں۔ جسمانی طبیبوں وغیرہ کی ضرورت کو مانا جاتا ہے۔ اور باطنی طبیبوں یا ڈاکٹروں کی ضرورت سے انکار کیا جاتا ہے ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد   اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

بارگاہِ الٰہی میں پہونچنے کے دو راستے ہیں۔ پہلا شریعت دوسرا طریقت۔ دونوں برحق۔ دونوں نورٌ علیٰ نور۔ فرق اتنا ہے شریعت کا راستہ بڑا لمبا اور دراز ہے۔ طریقت کا راستہ بڑا قریب اور نزدیک۔ شریعت [illegible] پڑھنا۔ روزہ رکھنا۔ حج کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ توحید و رسالت پر ایمان [illegible] ایمان دائم [illegible]



(۷) ایک شخص کسی شخص کے پاس گیا۔ اس نے اس کو ایک جوڑی بیلوں کی دیدی اور زمین دیدی۔ وہ شخص اس میں شام تک ہل چلاتا رہا محنت کرتا رہا۔ دن رات اسی فکر میں رہا۔ فصل پختہ ہوجانے پر فصل کو کاٹ کر دانہ بھوسہ سے علیحدہ کیا۔ پھر دانوں کو صاف کرکے چکی لاکر اس میں آٹا پیسا۔ کہیں سے توے کی تلاش کی۔ لکڑیاں جمع کیں۔ چولھا بنایا۔ یہ سب محنت کرکے روٹی پکائی اور کھائی۔ یہ شریعت ہے اور جس کو پکی پکائی روٹی دیدی گئی یہ طریقت ہے۔

(۸) ایک شخص نے مکہ شریف جانے کا ارادہ کیا۔ بمبئی پہنچا۔ جاکر دیکھا تو وہاں سمندر تھا۔ اُس نے تیر کر جانے کی کوشش کی۔ سمندر کے کنارہ پر ہاتھ پیر ہلا رہا تھا۔ کسی نے اُس سے پوچھا کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ تیرنا سیکھ رہا ہوں۔ کیوں؟ اُس نے کہا کہ مکہ شریف جانا ہے۔ جب تیرنا سیکھ جاؤں گا تو یہاں سے تیر کر وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اس نے کہا تو دیوانہ ہے کبھی سمندر کو بھی کسی نے تیر کر آج تک عبور کیا ہے۔ جدہ شریف یہاں سے بائیس سو میل دُور ہے۔ اتنی دُور ہاتھوں سے تیر کر تو کب پہونچے گا۔ ایک مگرمچھ آئے گا تجھے لقمہ کرلے گا۔ یا ایک موج آئے گی تجھے غرق کردے گی۔ تیرے بازوؤں میں رب نے اتنی طاقت نہیں بخشی کہ تیر کر اتنی دُور جاسکے۔ زیادہ سے زیادہ تو ایک میل دو میل تیر سکتا ہے۔ دو ہزار میل تیر کر جانا محال ہے۔ اُس نے کہا مجھے پہنچنا ضرور ہے۔ کیا کروں۔ اُس نے کہا پہنچنا چاہتا ہے۔ تو کسی آگ بوٹ والے کے پاس جا۔ وہ بمبئی کی مغل کمپنی کے دفتر میں چلا گیا۔ ٹکٹ خریدا۔ آگ بوٹ میں بیٹھ گیا۔ آگ بوٹ والے نے اس کے ساتھ اور دو ہزار آدمی بٹھا لئے۔ آٹھویں دن جدہ شریف پہنچ کر اس کو کہا کہ اُتر جاؤ۔ اپنے [illegible] وہاں پہنچنا شریعت ہے۔ آگ بوٹ میں بیٹھ کر سمندر عبور کرکے پہنچنا [illegible]

(۹) ایک چیونٹی نے پیام اللہ کی یاد میں [illegible] ن۔ دو ہزار سال تک

چلتی رہی۔ پھر بھی نہیں پہنچی۔ اور نہ کبھی پہنچ سکتی تھی۔ چونکہ اس کی طلب صادق تھی۔ ایک کبوتر آیا۔ دانہ کھانے لئے زمین پر بیٹھا۔ وہاں وہ چیونٹی موجود تھی۔ اس کے پیر پر بیٹھ گئی۔ کبوتر اُڑا اور خود بھی خانہ کعبہ شریف پہنچا اور چیونٹی کو بھی پہنچا دیا۔ چیونٹی کا اپنے قدموں سے چل کر پہنچنا تو شریعت ہے۔ اور کبوتر کے پاؤں پر بیٹھ کر پہنچنا طریقت ہے ؎

مورِ مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

(۱۰) لاہور کے قلعہ میں حضرت عالمگیر بادشاہ قلعہ کی دوسری چھت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اس وقت لاہور کے علماء کو اپنے دربار میں بُلایا ہوا تھا۔ بادشاہ نے سوال کیا کہ رب کی بارگاہ میں پہنچنے کا کونسا طریقہ ہے۔ مولوی صاحبان نے گردن نیچے ڈال لی۔ کیا بتاتے۔ اِدھر اُدھر دیکھا ایک صوفی صاحب دریائے راوی کی طرف سے آرہے تھے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اس کا جواب وہ بزرگ دیں گے۔ بادشاہ نے کمند اندازوں کو حکم دیا کہ اوپر سے کمند کو لٹکا کر وہ بزرگ جب قلعہ کے نزدیک پہنچیں تو اُس میں بٹھا کر ان کو کھینچ لیں۔ نوکروں نے ایسا ہی کیا کہ جب قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچے تو ان کو اُٹھا کر اوپر پہنچا دیا گیا۔ صوفی صاحب نے جواب دیا کہ بارگاہِ الٰہی میں پہنچنے کا یہی طریقہ ہے جس کو آپ نے استعمال کیا۔ بادشاہ نے پوچھا کیسے؟ صوفی صاحب نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت اگر میں آپ کی ملاقات کرنا چاہتا تو آپ کے قلعہ کی سات ڈیوڑھیاں ہیں۔ پہلے اُن سات ڈیوڑھی والوں سے یارانہ پیدا کرتا۔ اُن کے ساتھ آشنائی پیدا کرتا۔ سالہا سال گزر جاتے۔ پھر بھی معلوم نہیں باریابی نصیب ہوتی یا نہیں۔ اب آپ کا دل چاہا تو بغیر محنت و کوشش کے اپنے نوکروں کو حکم دیا۔ انھوں نے نیچے سے کھینچ لیا۔ آپ کی [illegible] میں بٹھا [illegible] قلعے کے دروازہ میں داخل ہو کر ساتوں ڈیوڑھیوں کا طے کرنا۔ ہر ایک [illegible] آشنائی پیدا کرنا، و ساتوں ڈیوڑھیوں کو اس طرح [illegible] طے کر [illegible] پہنچنا شریعت ہے۔ اور



ادشاہ اگر خود کھینچ لے کنگروں کے ذریعہ سے تو اس کا نام طریقت ہے۔ مصرعہ

اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

(۱۱) لاہور میں تین طالب علم جھگڑ رہے تھے۔ ایک نے کہا کہ استاد کی کیا ضرورت ہے۔ دوسرے نے کہا کہ پیر کی کیا ضرورت ہے۔ تیسرے نے کہا کہ باپ کی کیا ضرورت ہے۔ فی الواقع جو شخص یہ کہتا ہے کہ باپ کی کیا ضرورت ہے اُس کو پیر کی کیا ضرورت ہے۔ اگر باپ نہ ہو تو بیٹا کہاں سے پیدا ہوگا۔ اگر اُستاد نہ ہو تو شاگرد کہاں سے پڑھے گا۔ اگر پیر نہ ہو تو مُرید کا تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کیسے ہوگا۔ جس طرح بغیر باپ کے بیٹا نہیں پیدا ہو سکتا ویسے ہی بغیر پیر کے مُرید بھی نہیں ہو سکتا۔ باپ اگر بیٹے کے جسم کی پرورش کرتا ہے تو پیر اس کی روح کی پرورش کرتا ہے ؎

ندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(۱۲) دنیا میں جو شخص آیا وہ اکیلا رہ کر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اس کو اس زندگی بسر کرنے کے واسطے بیسیوں آدمیوں کی ضرورت ہے۔ مثلاً دنیا میں پیدا ہو کر ماں کی ضرورت ہے۔ جو اُس کو دودھ پلائے تاکہ وہ زندہ رہے۔ ایک دن ماں اگر دودھ نہ پلائے تو بچہ زندہ نہ رہے۔ پھر جب اُس کو دانت نکلے وہ تین سال کا ہوا تو اُس کو کھانے پینے کی ضرورت ہوئی۔ یہ بچہ خود تو غلہ دانہ پیدا نہیں کر سکتا۔ نہ روٹی پکا سکتا ہے۔ ہر ایک چیز کے مہیا کرنے کے واسطے اُس کو دوسرے انسان کی ضرورت ہوگی۔ اس کے بعد کپڑا پہننے کی ضرورت ہوگی۔ تو جُلاہے کی ضرورت ہوگی۔ پھر درزی کی ضرورت ہوگی۔ حجام کی ضرورت ہوگی۔ باورچی کی ضرورت [illegible] کی ضرورت ہوگی۔ علم پڑھنا چاہے تو اُستاد کی ضرورت [illegible] ضرورتوں کو مانتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ اگر ضرورت نہیں تو پیر کی [illegible]

(۱۳) ہدایت کے محکمہ کے [illegible] اور ضلالت کے

محکمہ کا افسرِ اعلیٰ شیطان ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ہدایت حاصل کرنا ہر مومن کا فرض ہے۔ جس کے ذریعہ ہدایت [illegible] کی۔ اُس کا حاصل کرنا بدرجہ اوّل فرض ہے۔ وہی پیر ہے۔

(۱۴) اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے پیغمبروں کو بھیجا ہے۔ جتنے پیغمبر گذرے سب ہادی تھے اِنَّكَ لَتَهْدِىٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ "البتہ آپ ہدایت کرتے ہیں سیدھے راستہ کی طرف"۔ اگر یہ کہا جائے کہ پیغمبر ہدایت نہیں کرتے اور دلیل میں اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ (ہدایت نہیں کر سکتے اُس کو جس کے ساتھ محبت کرتے ہیں) لائیں تو یہ درست نہ ہوگا۔ اس وجہ سے کہ پیغمبر ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں وہ ہدایت کریں گے۔ اُن کا کام ہدایت کرنے کا ہے۔ البتہ ہدایت سے مستفیض کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ مفسرین نے ہادی کے معنی راہ بتانے والے کے کئے ہیں۔ راہ بتانا دو قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ اپنے مقام پر ہی رہ کر راہ بتادے کہ اس راستہ پر چلے جاؤ یہی سیدھا راستہ ہے۔ دوسرا یہ کہ نہ صرف راہ بتائے۔ بلکہ منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ راہ بتانا پیغمبروں کا کام ہے۔ منزلِ مقصود تک پہنچانا ہمارا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بھی ہادی اور پیغمبران صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کی ذات بھی ہادی۔ اب چونکہ نبوت ختم ہوگئی۔ اس لئے اب ہدایت کا کام پیرا[ن] کبار کا ہے۔

(۱۵) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِىْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (پارہ ۶ - ۳ ربع ۲ رکوع) وسیلہ کے معنی اس آیت شریف [illegible] نیک عمل اور بعضوں نے تقوے کے کئے ہیں اور بعضوں [illegible] حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

اے ایمان والو۔ اللہ سے [illegible] کے راستے میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ



محدث دہلوی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ یہ چاروں معنی نہیں ہو سکتے۔ اس وجہ سے کہ لفظ اٰمَنُوْا میں قرآن شریف اور رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک شامل ہے۔ بغیر اس کے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ اِتَّقُوْا میں نیک عمل شامل ہیں۔ اس وجہ سے کہ بغیر تقویٰ کے نیک عمل ہو نہیں سکتا۔ پس وسیلہ کے معنی سوائے پیر کی ذات کے اور نہیں ہو سکتے۔ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ کے معنی پیر کی ذات کو تلاش کرنا ہے۔

(۱۶) یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (پارہ ۱۹ سورہ شعراء رکوع ۵) جتنے دل ہیں سب بیمار ہیں۔ قلب سلیم بنانے والی پیر کی ذات ہے۔

(۱۷) کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (پارہ ۳۰ سورہ التطفیف) دلوں کا زنگار دور کرنے والی پیر کی ذات ہے۔

(۱۸) ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ (پارہ ۱۔ رکوع ۵) "تمہارے دل پتھروں سے زیادہ سخت ہو گئے"۔ ایسے سخت دلوں کو نرم کرنے والی پیر کی ذات ہے۔

(۱۹) دل کی بیماریاں تین ہیں:۔ حدیثِ نفس۔ خطرات۔ انتقاش صور محسوسات

(ا) حدیثِ نفس۔ شیخ چلی کا قصہ نماز میں انڈے بچے نکالنا۔

(ب) خطرات چار قسم کے ہیں۔ رحمانی۔ نفسانی۔ شیطانی۔ ملکانی

(ج) انتقاش صور محسوسات۔ کسی دیکھی ہوئی چیز کا نماز میں خیال آجانا۔

جب تک یہ بیماریاں دل میں موجود [illegible] نہیں ہوتی۔ ان بیماریوں کا علاج کرنے والا پیر ہی ہے۔ [illegible] وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ جو شخص خشوع وخضوع کے ساتھ دو رکعت [illegible] اس کے لئے جنت لازم ہو گئی۔ تحیۃ الوضو کی نسبت یہ حدیث شریف [illegible]

لہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے [illegible] نام اللہ کی یاد میں [illegible] ہوا ہے۔

(۲۰) هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (پ ۲۸ سورہ جمعہ رکوع ۱) "ہم نے ان پڑھوں میں ایک رسول بھیجا تاکہ ہماری آیات پڑھ کر سنائے اور معنی سمجھائے۔ اور دلوں کو پاک کرے"۔ پڑھ کر سنانا۔ سکھانا۔ معنی سمجھانا ظاہری علماء کا کام ہے۔ دلوں کو پاک کرنے اور حکمت بتانے کا کام پیرانِ عظام ہے۔ جس کا اپنا دل پاک نہیں وہ دوسروں کے دلوں کو کیا پاک کر سکتا ہے۔

(۲۱) پیر کی توجہ روحانی تجلی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

بے عنایاتِ[1] حق و خاصانِ حق گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

(۲۲) اِنَّ[2] الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (پارہ ۲۶ سورہ فتح پہلا رکوع) بیعت کس کو کہتے ہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کے معاہدہ کو بیعت کہتے ہیں۔ مرشد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے سے تجلی کا اثر نمودار ہو جاتا ہے۔

(۲۳) حضرت انس بن مالکؓ دس برس آپؐ کی خدمت میں رہے۔ اس دس میں آپ پر کسی ایک دفعہ بھی حضورؐ ناراض نہیں ہوئے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ ان کے پاس مہمان آگئے۔ دسترخوان منگوایا وہ میلا تھا۔ تنور میں ڈلوایا پھر نکلوایا۔ وہ صاف اجلا تھا۔ آگ کی خاصیت کپڑے [illegible] کی ہے۔ نہ کہ صاف کرنے کی۔ مہمان نے حیران ہو کر دریافت کیا۔ فرمایا کو [illegible] حضورؐ نے ہاتھ صاف کیا تھا اس کی تاثیر سے اس کپڑے کو آگ [illegible] کو حضرتؐ کا ہاتھ لگ جائے اُس کو آگ نہیں جلا سکتی [illegible] لگ جائے اس کو

---

[1] بغیر اللہ کی اور اللہ کے خاص بندوں کی عنایت [illegible] سیاہ ہے۔

[2] بیشک جو لوگ آپؐ سے بیعت کرتے [illegible] ایمان دار [illegible] کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

آگ کیسے جلاسکے گی۔ پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ آخری پیر میں بھی وہی تاثیر ہو گی جو حضرت صلعم کی ہے۔

(۲۴) حضرت سے بیعت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک بلاواسطہ۔ یہ صورت صحابہ کرامؓ کے نصیب میں تھی۔ کہ حضورؐ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے تھے۔ دوسرے بالواسطہ۔ یہ صورت ہم لوگوں کے لئے ہے کہ سلسلہ بہ سلسلہ ہمارے ہاتھ حضورؐ تک پہنچتے ہیں۔

(۲۵) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ [1] (پارہ ۱۱۔ سورہ توبہ رکوع ۱۵) اس کا مطلب یہ ہے کہ ساتھ رہنا صدیقین کے۔ یہ دو قسم کا ہے:۔

(۱) بدن کے ساتھ یہ ناممکن ہے۔ (۲) دل کے ساتھ رہنا۔ اس کا نام تصور۔ رابطہ۔ بیعت ہے۔ بدعقیدہ لوگ اس کو شرک کہتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کے حال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ [2] (پارہ ۱۲۔ سورہ یوسف رکوع ۱۳) بُرہانِ رب کیا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کا درمیان میں آنا۔ وہ یہ کہ مائی زلیخا نے حجرہ میں یوسفؑ کو بلایا۔ دروازہ بند کیا۔ مائی صاحبہ نے کپڑے اتارے حضرت یوسفؑ نے بھی اتارے اس وقت حضرت یعقوبؑ سامنے آگئے اور فرمایا کہ بیٹا پیغمبر یہ کام نہیں کرتے ... حضرت یوسفؑ دوڑے اور کمرہ سے بھاگ نکلے۔ آگے جو کچھ ہوا وہ عام ... شریف میں موجود ہے۔ یہ تصور ہی تھا کہ حضرت یعقوبؑ ...

(۲۶) اِلَّا مَنْ تَابَ ... صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ

---

[1] اے ایمان والو۔ اللہ ... رہا کرو۔

[2] اگر وہ اپنے رب کی ... (امام) اللہ کی یاد ...

اُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِہِمْ حَسَنَاتٍ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (پارہ ۱۹ سورہ فرقان رکوع ۴) "جو لوگ توبہ کریں ایمان لائیں [illegible] ہیں۔ ہم اُن کے گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل کرتے ہیں" پس پیر کے پاس جانے سے گناہ نیکی سے بدل جاتے ہیں یعنی نیکی کی توفیق اور ایمان پیر کے پاس جانے سے ملتا ہے۔

(۲۷) مُرید ہونے سے اور پیر کے پاس جانے سے جاں کنی۔ قبر۔ پُل صراط قیامت کے عذاب سے بچ جائے گا۔ دیکھو تفسیر محمدی حافظ محمد صاحبؒ)

(۲۸) پیر اور مُرید کا رشتہ قدیم کا ہے۔ اور ازل میں جن روحوں کی ملاقات ہوئی۔ دنیا میں بھی ملاقات و محبت ہوگی۔ مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا [1] (پ ۱۵۔ سورہ کہف۔ رکوع ۲)

(۲۹) رشتے ناتے دو قسم کے ہیں۔ (۱) رحم کے ناتے۔ یہ مرنے کے بعد ٹوٹ جائیں گے۔ (۲) روح کے ناتے یعنی پیر مُرید کا ناتہ یہ روز ازل سے ہے۔ قیامت تک باقی رہے گا۔

(۳۰) بے پیروں کو نجات نہیں۔ جس کا پیر نہیں اُس کا پیر شیطان مشہور بات ہے۔

(۳۱) کوئی بھی انبیا کا [illegible] رہ سکتا۔ جب تک کہ وہ مُرشد کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دے۔

(۳۲) محبتِ رسول [illegible] پیر کے ساتھ محبت نہ ہو۔

پہلے عشقِ پیر ہے اور بعد [illegible] اس قاعدے کو تو نہ بھول

(۳۳) ایمانِ محبتِ رسول [illegible] تو کسی محبت رکھنے والے سے محبت رکھو۔ یہ محبت رسول [illegible]

---

[1] جس کو اللہ ہدایت کرے [illegible] ایمان والو [illegible] اور کوئی مُرشد نہ پاؤ گے۔

(۳۴) اگر اللہ سے محبت رکھنا ہو تو حضرتؐ کی ذاتِ پاک سے محبت رکھو۔
حدیث شریف مَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰہَ۔ قرآن شریف فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (پ ۳ - س آلِ عمران رکوع ۴)

(۳۵) مائی صاحبہ روٹی پکا رہی تھیں۔ حضرتؐ نے بھی دو روٹیاں لگائیں مگر وہ نہ پکیں۔ مائی صاحبہ کی روٹی پکی۔ پیغمبروں کا ہاتھ جس کو لگ جائے وہ قیامت تک نہ جلے گا۔ ۵

اے دلِ ترسندہ از نار و عذاب — با چناں دست و دہاں کن اقتراب
چوں جمادے را چنیں تشریف داد — جانِ عاشق را چہا خواہد کشاد
بر درِ پیرے بُرو ہر صبح و شام — تا ترا حاصل شود مقصد تمام

مُردوں کو ایصالِ ثواب و زیارتِ قبور

(۱) کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد مُردے کو ثواب نہیں پہنچتا۔ حال یہ ہے کہ روح نہیں مرتی۔ جب روح نہیں مرتی تو اُس کو ثواب کیوں نہیں پہنچتا۔

(۲) (ا) دیکھو پارہ ۲۸ سورہ حشر رکوع ۴ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ۔

(ب) رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ [illegible] مِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۵ (پ ۱۳ سورہ ابراہیم [illegible])

---

۵ اے دل تو جو دوزخ اور عذا[illegible] [illegible] ف حاصل کر۔ جب جمادات کو یہ بزرگی عطا کی ہے تو جانِ عاشق کو [illegible] کے دروازے پر جایا کر تاکہ تیرے تمام مقاصد حاصل ہو جائیں۔ ۵ اے ہم[illegible] [illegible]ئوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ ۵ اے ہمارے رب [illegible] [illegible] اور اللہ کی یاد میں [illegible] دن حساب کتاب ہو۔

اگر زندوں کا پڑھا ہوا مُردوں کو نہیں پہنچتا تو یہ دعائیں اللہ تعالےٰ نے کیوں سکھائی ہیں۔

(۳) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد مُردے کو ثواب نہیں پہنچتا۔ تو وہ مُردے کی جنازے کی نماز کیوں پڑھتے ہیں۔ زندہ کی ہی پڑھ لیا کریں۔

(۴) مدینہ منورہ میں ایک صحابی تھے۔ حضرت سعدؓ نام تھا۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی میری ماں مر گئی ہے۔ کوئی کام بتائیے کہ اُس کا ثواب میری ماں کو پہنچے۔ فرمایا کنواں بنوا دو یہ نیت کر کے کہ اس کا ثواب تیری ماں کو پہنچتا رہے اگر مردے کو ثواب نہیں پہنچتا تو آپ نے سعدؓ کو کیوں ایسا حکم دیا۔

سیالکوٹ میں ایک شخص تھا۔ اس کی ماں مر گئی۔ جس کا یہ اعتقاد تھا کہ مُردے کو ثواب نہیں پہنچتا۔ ایک مسلمان اس کے گھر پر گیا۔ اور کہا کہ سُنا ہے کہ تمہاری والدہ صاحبہ فوت ہو گئیں۔ صبر کرو۔ ان کے واسطے دعائے مغفرت کرو۔ اس جاننے والے نے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنی شروع کی اور الحمد شریف پڑھنا شروع کیا جس کی ماں مر گئی تھی اُس نے کہا کہ یہ بدعت ہے۔ مُردے کے لئے دعا مانگنا بدعت ہے۔ اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ مُردوں کو ثواب نہیں پہنچتا۔ اس نے دعا کے لئے ہاتھ نہیں اُٹھائے۔ اس نے [illegible] کر ہاتھ نیچے کر لئے۔ اور اس کی ماں کو گالیاں دینی شروع [illegible] یاں نکالیں وہ کہنے لگا کہ خبردار زبان سنبھال کر بول۔ میری ماں [illegible] اُس شخص نے کہا کہ تیری ماں کو گالی تو پہنچ گئی قبر [illegible]

(۵) جو لوگ یہ کہتے [illegible] تو کبھی وہ قرآن شریف بھی پڑھ لیتے۔ تو اُن [illegible] اسے تعالیٰ نے بارہا قرآن شریف [illegible] کے لئے ماں باپ



کے لئے مومنوں کے لئے دعا کیا کرو۔ کہ یا اللہ پاک ان کو بخشدے۔ اگر زندوں کی دعائیں مومنوں کے لئے مفید نہیں تھیں تو اللہ ایسی دعائیں ہم کو کیوں سکھائیں۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۲۸ سورہ حشر رکوع ۴۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ اس سے ثابت ہوا کہ مُردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔

(۶) ایک شخص مرگیا اُس پر حج فرض تھا۔ وہ ادا نہیں کرسکا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اس کے مُرنے کے بعد اس کے وارث ایک شخص کو اس کی آمد و رفت کا خرچ کرایہ دے کر مکہ شریف بھیجیں۔ یہی شخص میقات میں پہنچ کر اس مُردہ کی طرف سے احرام باندھ کر اس کی طرف سے حج بدل ادا کرے تو اس مردہ کے ذمہ سے وہ فرض ساقط ہوگیا۔

حضرت مُلّا علی قاریؒ نے ایک حدیث لکھی ہے۔ حدیث شریف یہ ہے :-
جب حضرت ابراہیمؓ صاحب زادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ تو ان کی وفات کے بعد ایک صحابی کھجوریں لے آئے۔ دوسرے کھیر دودھ کی لائے۔ دونوں چیزوں کو سامنے رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف پڑھ کر صاحب زادہ صاحب کی روحِ مبارک کو بخشا جب آنحضرتؐ نے کھانا سامنے رکھ کر بذاتِ خود مردے کے لئے ایصالِ ثواب کرایا [illegible] منکرین کو گریبان میں مُنہ ڈال کر نادم ہونا چاہیے۔ اور اپنے باطل [illegible] کرکے آئندہ کسی مسلمان کو ایصالِ ثواب سے اُمید ہے کہ منع [illegible]

(۷) اَلْمَیِّتُ کَ[illegible] ہے جیسی ڈوبنے والے کی۔ ایک شخص پانی [illegible] سطے کوئی سہارا ڈھونڈتا ہے کہ میرے [illegible] کے سہارے

[illegible] ترام اللہ کی یاد [illegible]

بچ جاؤں۔ اسی طرح مُردہ بھی سہارا ڈھونڈتا ہے کہ میرا وارث یا کوئی عزیز واقارب مرنے کے بعد میری مدد کرے۔ تاکہ میں بھی اس کے سہارے سے عذاب سے بچ جاؤں۔ مثلاً اس کا کوئی عزیز اس کے لئے دعائے مغفرت کرے یا اس کی روح کو پڑھ کر بخشے۔ یا کسی مسکین کو کھانا کھلا کر اس کا ثواب اس کی روح کو پہنچائے۔ یا مُردہ کو ثواب پہنچانے کی نیت سے نقد جنس کپڑے غلہ دانہ وغیرہ خرچ کرے تو ان سب چیزوں کا ثواب اس مردے کو پہنچتا ہے۔

دیکھو حدیث شریف۔ صحیح حدیث میں وارد ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس میت کے واسطے اس کے مرنے کے بعد درود شریف یا بہتر ہزار مرتبہ کلمہ شریف پڑھ کر اس کی روح کو اس کا ثواب بخشدے تو اس مردے کے سارے گناہ خدائے تعالیٰ معاف کردے گا۔ اگر مردہ کو ثواب نہیں پہنچتا تو یہ حدیث کیوں فرمائی۔

روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ قبرستان تشریف لے گئے۔ اور ایک مرتبہ الحمد شریف اور گیارہ مرتبہ قل شریف پڑھ کر اس کا ثواب اس مقبرے کے مُردوں کو بخشا۔ آٹھ دن کے بعد پھر اس قبرستان میں آپ پہنچے تو اس کا ثواب اس قبرستان کے مُردے آپس میں تقسیم کر رہے تھے۔

(۸) حضرتؐ کا جنت [illegible] لے جا کر دعائے مغفرت فرمانا حدیثوں سے ثابت ہے۔ اور آپ کا [illegible] امیر حمزہ کے مزار شریف پر چھ میل کا سفر کر کے جانا اور [illegible] شریف کی زیارت کرنا حدیثوں سے ثابت ہے۔ جو لو[illegible] نے سے آدمی قبر پرست ہو جاتا ہے۔ وہ ذرا [illegible] تو کیا حضرت بھی قبر پرست تھے۔

(۹) حضرت [illegible] ایمان والو [illegible] کیا کرتے تھے۔

(۱۰) ایک دفعہ رسولِ اکرم نے جنت البقیع میں دو قبروں پر کھجور کی ڈالیاں لگائیں لوگوں کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ ایک قبر والا پیشاب سے پاک نہیں رہتا تھا۔ دوسری قبر والا چغل خوری کیا کرتا تھا۔ اس لئے ان پر عذاب ہو رہا تھا۔ تخفیفِ عذاب کے لئے کھجور کی ڈالی لگادی جب تک یہ ہری رہے گی عذاب میں تخفیف رہے گی پس قبروں پر سبزی لگانا یا پھول ڈالنا عذاب کی تخفیف کے لئے جائز ہے۔

(۱۱) قبروں کی زیارت کرنا بھی عبادت ہے۔ اس سے موت کی یاد آجاتی ہے۔

(۱۲) جو لوگ بزرگوں کی زیارتوں کو جاتے ہیں اور اولیاء اللہ کے ساتھ محبت و اخلاص کا برتاؤ کرتے ہیں ان کے اعمالِ صالحہ ان بزرگوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اور وہ اس سے کمال شادماں و خوش ہوتے ہیں۔

(۱۳) اہلِ قبور کے لئے مغفرت کی دعا مانگی جاتی ہے۔ تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے قبروں کی زیارت کو جاکر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّنَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ ہ کہنے کا حکم ہے۔

(۱۴) اہلِ قبور آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ اور ایک دوسرے نے عزیز و اقارب سے ملنے جلنے والوں کا حال دریافت کرتے ہیں۔

مرنے کے بعد قبر بنانا ... یا نہیں

(۱) مرنے کے بعد قبر ... اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی

لے اسلام علیکم یا اہل القبور ... آگے گئے۔ ہم تم سے پیچھے ہیں۔ ہم بھی انشاء اللہ ... طلب نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں ... رام اللہ کی یاد ...

زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔ میں مقابر کا بھی ذکر موجود ہے۔ زیارت کا لفظ بھی موجود ہے۔ اگر قبر کا نام ونشان نہ ہوگا تو زیارت کس کی کریں گے۔ اس آیت شریف سے قبروں کا بنانا اور قبروں کی زیارت کرنا دونوں جائز ہے۔

(۲) وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ۔
(پ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۱۱) فرمایا خدائے تعالیٰ نے کہ "کافروں میں سے کوئی شخص مر جائے تو یا رسول اللہ اس کی جنازہ کی نماز نہ پڑھنا اور کافر کی قبر پر جاکر کھڑے نہ ہونا۔" اس آیت شریف سے خدائے تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور ان کی قبروں پر ایصال ثواب کے لئے جاکر کھڑے ہونا قبروں کی زیارت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور قبروں کا بنانا بھی ثابت ہوگیا۔ اگر قبر کا نام ونشان نہ ہوگا تو کس پر جاکر کھڑے ہوں گے۔ اور کس پر فاتحہ پڑھ کر ثواب پہنچا دیں گے۔

(۳) جو لوگ قبر پر گنبد بنانے کا انکار کرتے ہیں کاش وہ کبھی حدیث شریف بھی پڑھ لیتے۔ ان کو یہ ثابت ہوجاتا کہ حضرت نے جب دنیائے فانی سے رحلت فرمائی تو آپ کو آسمان کے نیچے دفن کیا گیا یا اس حجرہ شریف میں جس میں آپ تشریف فرما تھے۔ خواہ وہ کسی شکل میں بنا ہوا تھا۔ اور اب تک اسی حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور قیامت کے دن اسی میں سے تشریف فرما ہوں گے۔ اسی حجرہ کی زیارت کے لئے ستر ہزار فرشتے صبح [illegible] و نازل ہوتے ہیں۔ دیکھو حدیث شریف اس حجرہ شریف کی زمین جو [illegible] فرما ہیں اس کا مرتبہ۔ اس کا درجہ کل روئے زمین اور خانہ کعبہ [illegible] ہے۔ اس مسئلے کے ثبوت میں کسی فرقے [illegible] ہیں۔ نجدی بھی اس مسئلے کو مانتے ہیں [illegible]

جو لوگ قبر [illegible] حضرت عمر ابن الخطاب



جب شام میں تشریف لے گئے تو وہاں سارے پیغمبروں کے روضہ مبارک موجود تھے۔ چنانچہ اب تک بھی اسی وقت کے بنائے ہوئے موجود ہیں۔ خلیل الرحمٰن میں حضرت خلیل اللہؑ کا روضہ مبارک اب تک زیارت گاہِ مخلوق ہے۔ حضرت سلیمانؑ کا روضہ مبارک بیت المقدس میں۔ حضرت یحییٰؑ کا دمشق میں۔ حضرت یوسفؑ کا حضرت یعقوبؑ کا کنعان میں۔ اگر روضوں کا بنانا منع تھا تو حضرت عمرؓ نے ان کو کیوں نیست نابود کر دیا۔ کیا ان سے بڑھ کر کوئی باغیرت مسلمان تھا۔ بلکہ ایک انگریز مؤرخ نے جس کا نام گبن ہے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اپنے خلیفہ کو مصر میں بھیجا اس نے سوئس پہنچ کر آپ کی خدمت میں عرضی لکھی۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ اس شہر میں حضرت دانیالؑ کا روضہ مبارک قدیم زمانہ کا ہو بہت پرانا ہونے کے باعث قریب ہے کہ شہید ہو جائے۔ اس کے لئے کیا حکم ہوتا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے خلیفہ کو لکھا کہ اس روضہ مبارک کو سرکاری بیت المال سے از سر نو تعمیر کر دو۔ اب منکرین عمارت روضہ اس جگہ کیا کہیں گے۔ حضرت عمرؓ کی نسبت کیا فتویٰ دیں گے۔

(ز) حضرت آدمؑ سے لے کر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گزرے۔ ان سب پیغمبروں کی امتوں کی قبریں بنتی رہیں۔ حضرت آدمؑ کے [illegible] سے خدا تعالیٰ کے حکم سے قبروں کا بننا شروع ہوا۔ چالیس [illegible] جنت المعلیٰ میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کی زیارت [illegible] گنبد مبارک کے دروازہ میں داخل ہوئے [illegible] اپنی داڑھی مبارک سے جھاڑو دی [illegible] سارے روضہ مبارک کے اندر [illegible] ہے۔ میں دروازہ میں کھڑا تھا۔ مجھے [illegible] اس لئے رکھی ہے [illegible]

کہ آٹھویں دن جب حاضر ہوتا ہوں تو داڑھی سے جھاڑ دیتا ہوں۔ وہ بزرگ حضرت حا...
امام الدین صاحب سیالکوٹی نقشبندی ... بیس سال سے اپنا گھر بار بیوی بچوں کو
چھوڑ کر مکہ شریف میں ہجرت کر کے تشریف فرما تھے۔ اور مدینہ منورہ میں جا کر بھی کئی
کئی مہینے گزارتے تھے۔ مکہ شریف میں فقیر کا قیام ان کے حجرہ ہی میں ہوا کرتا تھا
ایک دن فرمایا کہ میں مدینہ شریف جتنی مدت ٹھہرتا ہوں ہر روز ایک قرآن شریف ختم
کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ بیس سال سے مکہ شریف میں کبھی جوتا نہیں پہنا۔ کبھی سواری پر
سوار نہیں ہوا۔ باوجودیکہ اسی سال سے زیادہ عمر تھی بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ پھر بھی حج
کرنے کو پاپیادہ تشریف لیجایا کرتے تھے۔

ماں باپ کی اطاعت

جو شخص وضو کر کے ماں باپ کی زیارت کرے ایک مرتبہ۔ اس کے گناہ اگرچہ
جسم کے بالوں کے برابر بھی ہوں بخشے جاویں گے۔ جسم پر تین کروڑ پچاس لاکھ بال ہوتے ہیں
اور اتنی ہی نیکیاں ملیں گی۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ اگر میں دوسری مرتبہ ماں کا چہرہ
دیکھ لوں تو کیا ہوگا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ پھر اتنی ہی نیکیاں ملیں گی۔ پھر عرض کیا کہ تیسری
مرتبہ دیکھ لوں تو کیا ہوگا۔ فرمایا کہ پھر اتنی ہی نیکیاں ملیں گی۔ پھر عرض کیا کہ چوتھی دفعہ
دیکھ لوں تو کیا ہوگا۔ ارشاد ... خزانوں میں کچھ کمی نہیں ہے اس کے
خزانوں سے جتنی دفعہ ... کو دیکھو گے اتنی دفعہ نیکیاں حاصل
ہوتی رہیں گی ...

(۲) قرآن ... ربک ... پ ۲۱ سورہ لقمان
رکوع ۲ ...
(۳) ماں ... اگر مر گئے ہوں تو

...ن کی قبروں کی زیارت کرنی چاہیئے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قدم بوسی کرنا کہ سے سجدہ ہو جاتا ہے۔ وہ نادان ہیں انھوں نے سجدہ کے معنی ہی نہیں سمجھے۔ شریعت میں جو سجدہ ہے وہ کیسے ہوتا ہے؟ اس کے لیے شرط ہے۔ کہ سجدہ میں آٹھ اعضا زمین پر برابر لگے رہیں یعنی دونوں پاؤں۔ دونوں زانو دونوں ہاتھ۔ پیشانی۔ ناک۔ اگر ان میں سے ایک عضو بھی زمین کے ساتھ نہ لگے تو سجدہ نہیں ہوتا۔

یہ بھی شرط سجدۂ شریعت کے لئے ہے کہ اعضا زمین سے لگیں اور اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور نیت بھی سجدہ کی ہو۔ قدم بوسی میں پیر تو البتہ زمین پر پہلے سے لگے رہتے ہیں باقی کوئی عضو زمین کے ساتھ نہیں لگتا۔ پھر سجدہ کیسے ہو گیا۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف ص۴۰۲ نَتَقَبَّلُ یَدَیْہِ وَرِجْلَیْہِ۔ ہم حضرتؐ کے ہاتھ اور پیر دونوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ حدیث شریف اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ حدیث شریف۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ بہشت کی دہلیز کو چومے تو وہ اپنی ماں کے قدم چومے۔

(۴) جو شخص اس امر کا متمنی ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو اس کو لازم ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو راضی رکھے۔ اگر ماں باپ نا[illegible] گئے تو اس کو یقین کر لینا چاہیئے کہ میرا رب بھی مجھ سے ناراض ہو گیا۔

(۵) ماں باپ اگر خفا ہوں تو اُف بھی [illegible] کے سامنے ہوتا ہے۔ اسی طرح ما[illegible]

(۶) ماں باپ کا [illegible]

(۷) ماں باپ [illegible] رام اللہ کی یاد میں [illegible] ع کے خلاف نہ ہو

(۸) ماں باپ کی دعا اولاد کے حق میں ضرور قبول ہوتی ہے۔ اُن کی بد دعا بھی ضائع نہیں جاتی۔

(۹) ماں باپ کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔

(۱۰) ماں باپ کی بغیر اجازت حج بھی نہیں کر سکتے گھر میں ان کی زیارت کر لیا کرو۔

(۱۱) ماں کا حق باپ سے تین درجہ زیادہ ہے۔

(۱۲) جو شخص ماں باپ کی خدمت کرے گا اس کی اولاد بھی اس کی خدمت کرے گی۔

(۱۳) ماں باپ اگر بیٹے کو عاق کر دیں تو اُس کا روزہ۔ نماز۔ حج۔ زکوٰۃ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ ادھر بندہ ناراض۔ اُدھر رب بھی ناراض۔

(۱۴) دنیا میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنے سے بہتر حالت میں دیکھنا نہیں چاہتا سوائے ماں باپ کے۔ لہذا والدین کا حق بھی اولاد کو اسی طرح ادا کرنا چاہئے۔

(۱۵) ماں باپ حقیقی ربؐ ہیں اور اللہ تعالیٰ مجازی رب۔

(۱۶) خالق تو رب ہے۔ مگر پیدا کرنے کا ذریعہ ماں باپ ہیں۔

ؐ اس ارشاد کا مفہوم سمجھنے میں بعض ہمارے یاران طریقت اور دوسرے لوگوں کو غلطی ہوئی اس لئے انھوں نے اس کو کتابت کی غلطی قرار دیا۔ لیکن حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ کا ارشاد اسی طرح ہے۔ اور درست ہے رب اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے اور عربی زبان کا عام لفظ بھی ہے جس کے معنی ہیں = پالنے والا۔ آقا۔ سرپرست۔ اور ان معنوں میں [illegible] جیسا کہ سورہ یوسف میں زلیخا کے شوہر کے متعلق حضرت یوسف [illegible] رَبِّیٓ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ (وہ عزیز میرا مالک، آقا ہے مجھے اچھی طرح [illegible] کا تعلق ہے، ماں باپ اولاد کو حقیقی پالتے پوستے ہیں [illegible] رب حقیقی اور مجازی کے الفاظ سے لوگوں کو مغالطہ ہو [illegible] جائز نہیں سمجھتے لیکن زبان و محاورہ کے [illegible] ایمان والو [illegible]

(۱۷) وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳)

(۱۸) وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسَانًا (پارہ ۲۰ رکوع ۸)

(۱۹) وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسَانًا (پارہ ۲۶ سورہ احقاف رکوع ۲)

(۲۰) فقیر نے اطاعت والدین کی نسبت جو دیکھا اس ... سے اول عرب شریف کا درجہ اور دوسرا درجہ افغانستان کا "تیسرا کشمیر کا۔ باقی اللہ اکبر۔

(۲۱) کوئی شخص ماں باپ کا حق اطاعت ادا نہیں کرسکتا۔ ایک شخص نے متواتر بارہ سال تک اپنی ماں کی خدمت کی۔ وہ بیمار تھی۔ کھانا بھی اس کو یہ اپنے ہاتھ سے کھلاتا رہا۔ اور پیشاب پاخانہ بھی اپنے ہاتھ سے اٹھاتا رہا۔ ایک دن اس کے دل میں خیال آیا کہ الحمد للہ میں نے ماں کی خدمت کا حق ادا کردیا۔ رات کو سوگیا۔ خواب میں فرشتہ نے اس کو کہا۔ دیوانے یہ تیرے دل میں کیا خیال پیدا ہوا۔ اور جو تو نے کہا کہ میں نے ماں کا حق خدمت ادا کردیا۔ جب تو شیر خوار بچہ تھا۔ سردی کی رات تھی۔ ماں نے تجھ کو اپنے پہلو میں گرم بستر پر لٹایا تھا۔ تم نے پیشاب کردیا۔ جس کی وجہ سے تمھارے سونے کی جگہ گیلی ہوگئی تھی۔ ماں نے تم کو اپنی گرم جگہ پر لٹایا اور گیلی جگہ میں خود لیٹ گئی۔ تیرا بارہ برس کا حق خدمت ماں کے ... کے برابر نہیں ہوسکتا۔ جس طرح بندہ رب کا حق ادا کرنے سے قاصر ... اولاد بھی ماں باپ کا حق ادا کرنے سے قاصر و عاجز ...

(۲۲) حقیقت میں ... ہاتھوں میں پرورش

ملہ اور تمھارے پروردگار ... کے ساتھ احسان کرتے رہو

ملہ و ملہ اور ہم نے ان ...

... رام اللہ کی یاد ...

پاتے ہیں۔ان کا ادب یا ان کی تعظیم ہم کو کون سکھاتا ہے۔ ماں باپ نے تو سکھانا ہی نہیں تھا سب سے پہلے ادب سکھانے والا استاد [illegible] استاد کے بعد حضرت پیر و مرشد۔ جب تک ان دونوں کی خدمت میں حاضر نہ ہوا تو تعظیم کا سبق کس سے پڑھتے۔ شامتِ اعمال سے ہم ایسے زمانے میں پیدا کیئے گئے ہیں کہ اس میں حقوقِ والدین سے بالکل نابلدیت ہو تی جاتی ہے۔ ہمارے پنجاب میں لندن سے پاس کر کے ایک ولایت کا باشندہ انگریز ڈپٹی کمشنری پر مقرر ہو کر آیا۔ وہ باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ باپ بہت روپیہ خرچ کر کے بیٹے کو دیکھنے ولایت سے پنجاب آیا۔ بیٹے سے ملا۔ مل کر ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ بیٹے نے کہا۔ اے باپ میری کوٹھی میں تیرے رہنے کے لئے کمرہ خالی نہیں ہے۔ تو ہوٹل میں چلا جا۔ باپ کو اس کے کہنے سے کتنا صدمہ ہوا ہوگا۔ وہ دس ہزار میل کا سفر طے کر کے تکلیف برداشت کر کے روپیہ خرچ کر کے بیٹے سے ملنے آیا تو بیٹا کہتا ہے۔ کہ میری کوٹھی میں تیرے لئے کمرہ خالی نہیں ہے۔ تو ہوٹل میں جا کر ٹھہر۔ یہ ہے موجودہ زمانے کی تعلیم کا اثر۔ اَللّٰهُمَّ نَجِّنَا مِنْ هٰذِهِ الْمَصَائِبِ۔

ہماری شامتِ اعمال سے ہندوستان میں بھی ایک ایسا فرقہ پیدا ہو گیا ہے۔ جس نے بہ بانگِ دہل پکارنا شروع کر دیا ہے کہ ماں باپ کی تعظیم یا قدم بوسی کرنے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ كُلِّ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ [illegible] کی مصاحبت سے ہم کو محفوظ رکھے آمین۔

[illegible] تعظیم نہیں کرتے۔ قرآن شریف کو پشت کے پیچھے [illegible] کر بیٹھتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی شان میں [illegible] ظُهُوْرِهِمْ۔

[illegible]

جو لوگ قرآن شریف کا ادب و تعظیم نہیں کرتے وہ ماں باپ کا تعظیم و ادب کیا کریں گے۔

(۲۴) درحقیقت ہم نے ماں باپ کی قدر ہی نہیں پہچانی کہ وہ کیا تھے۔ اس قصہ سے اس مسئلے کی حقیقت کھل جائے گی۔ جو مولانا روم نے مثنوی شریف میں لکھا ہے کہ زمینداروں کا قاعدہ ہے کہ رات کو وہ اپنے بیلوں کو کھیت میں چھوڑتے ہیں پچھلی رات کو جا کر ہل جوتتے ہیں۔ ایک زمیندار اپنے قاعدے کے مطابق اپنے دو بیلوں کو لے جا کر کھیت میں باندھ کر واپس آیا۔ رات اندھیری تھی۔ اس کے واپس آنے کے بعد ایک شیر کھیت میں آیا اور ایک بیل کو کھا لیا۔ اور مست ہو کر بیٹھ رہا۔ پچھلی رات اندھیرے میں زمیندار جب کھیت پر گیا اور ایک بیل کے کندھے پہ جوا رکھا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ دوسرا کھڑا نہیں ہوتا تھا۔ زمیندار نے اس کو غلطی سے بیل سمجھ کر دو تین ڈنڈے زور سے مارے۔ ڈنڈے مارنا ہی تھا کہ شیر اتنے زور سے گرجا کہ زمیندار بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اور شیر جنگل میں چلا گیا۔ جب زمیندار کو ہوش آیا تو وہ بڑا پچھتایا۔ اور کہنے لگا کہ میں شیر کو بیل سمجھ کر ڈنڈے مارتا رہا۔ اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ وہ شیر ہے تو میں اس کے نزدیک ہی کیوں جاتا۔ اس واقعہ سے ساری حقیقت واضح ہو گئی کہ ہمارے ماں باپ درحقیقت شیر تھے۔ اور ہم اس زمیندار کی طرح ان کو غلطی سے بیل سمجھ کر ڈنڈے مارتے رہے۔ ہم نے ان کی قدر نہ پہچانی کہ وہ کیا تھے۔

(۲۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ [illegible] نت میں میرا ساتھی کون ہو گا۔ ارشاد باری ہوا کہ فلاں شہر میں جو چار [illegible] اور [illegible] کا پتہ بتا دیا۔ وہاں جا کر دریافت کر [illegible] حالات کے دریافت کرنے سے [illegible] گزاری سے خوش ہو کر یہ دعا کی ہے کہ [illegible] نصیب فرما۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو [illegible] کا حکم ملا



(۲۵) جو شخص یہ کہتا ہے کہ ماں کی قدم بوسی سے یا اس کے سامنے جھکنے سے مشرک ہو جاتا ہے۔ اس سے پوچھنا چاہیئے کہ عورت کے [illegible] بانے کے وقت وہ جھکتا ہے یا کھڑا رہتا ہے۔ اگر جھکتا ہے تو کیا یہ شرک نہیں ہوتا۔

(۲۶) کروڑ روپیہ خرچ کرو مگر ماں نہیں مل سکتی۔ عورت بہت مل جاتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے ماں باپ زندہ ہیں۔

(۲۷) سیالکوٹ کے ایک [illegible] اقبال کے استاد۔ سو برس سے زیادہ عمر تھی۔ ایک میل کے قریب ان کے ماں باپ کی قبر تھی۔ ہر روز ان کی زیارت کرتے۔ ماں باپ کی قبر کی زیارت کرنا بھی عبادت ہے۔

(۲۸) آج کل قبر پہ فاتحہ پڑھنے والے کو قبر پرست کہتے ہیں۔ بیر کے پاس جا کر بیٹھنے والے کو بیر پرست۔ اپنی نسبت زن پرست نہیں کہتے۔

(۲۹) مدینہ منورہ میں کوئی شخص فوت ہو گیا۔ آپ قبرستان تشریف لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک بوڑھی عورت آئی اور کہنے لگی کہ یہ قبر والا میرا نافرمان لڑکا تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تو اس کی خطا معاف کر دے۔ کہا حضرت یہ مجھے تکلیف دیتا تھا۔ پھر فرمایا کہ معاف کر دے۔ اس نے پھر وہی کہا۔ پھر تیسری مرتبہ فرمایا۔ پھر حضرتؐ نے اس بوڑھی عورت کے دل کی طرف خیال کیا۔ اس نے اپنے لڑکے کے عذاب کو دیکھ کر [illegible] نے اس کو معاف کر دیا۔ رب نے عذاب دور کیا۔ خدا [illegible] کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

کسی چیز پر غیر [illegible] حرام نہیں ہوتی

[illegible] حرام ہو جاتی

ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ کسی دوسرے کا نام آجائے تو شرک ہوجاتا ہے۔ میں ایک دفعہ حیدر آباد گیا تھا۔ سنا کہ ایک شخص نے حضرت امام حسینؓ کی فاتحہ کرکے بریانی پکا کر لوگوں کو کھلائی اور پڑوسی کے مکان میں بھی کچھ کھانا تحفۃً بھیج دیا۔ پڑوسی مرد اس وقت گھر میں موجود نہ تھا۔ اس کی عورت نے کھانا لے لیا۔ جب مرد واپس گھر آیا تو مرد سے بیان کیا کہ پڑوسی نے کھانا بھجوایا ہے۔ مرد نے دریافت کیا۔ کہ کس قسم کا کھانا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت امام [illegible] فاتحہ کا کھانا ہے۔ پڑوسی مرد نے یہ سنتے ہی اس کھانے کو (جو عمدہ قسم کی بریانی تھی) اپنے گھر کے باہر موری غلاظت کی بہتی تھی اس میں لے جاکر پھینک دیا نہ صرف پھینک دیا بلکہ جوتے سے اس کو روند ڈالا۔ اور کہا کہ اس پر غیر اللہ کا نام آیا ہے۔ اس لئے یہ کھانا تو خنزیر سے بھی زیادہ پلید ہو گیا۔

(۲) اب اس بارے میں مسئلہ سناتا ہوں غور سے سنو۔ پنجاب میں میں ایک دن گھوڑے پر سوار کسی گاؤں پر جا رہا تھا۔ راستہ میں کھیت تھے ایک زمیندار نے کھیت میں سے آکر میرا گھوڑا روک کر کہا کہ مسئلہ سمجھاؤ۔ میں نے کہا پوچھ لے۔ کہنے لگا رات ہمارے گاؤں میں ایک مولوی آیا۔ اس نے ساری رات ہماری نیند خراب کی اور یہی کہتا رہا کہ جس چیز پر غیر اللہ کا نام آئے وہ حرام ہو جاتی ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ میں نے کہا کہ یہ کھیت کس کا ہے؟ جس [illegible] کھڑے ہیں۔ کہا کہ میرا ہے۔ اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ میں نے ذرا [illegible] کا ہے۔ کہنے لگا میرا ہے۔ اس کے ساتھ بیل بھی تھے۔ میں نے [illegible] دیا کہ میرے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ [illegible] اور تیرا بچہ بھی حرام کا ہوا۔ اور تیر[illegible] سے کہ ان پر تیرا نام آیا۔ حالانکہ ایسا [illegible] سمجھ لیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اس [illegible] رام اللہ کی یاد [illegible] یہاں پر

کس کا نام پکارا جاتا تھا۔ رب کی جورو پکاری جاتی تھی یا اس کے باپ کی جورو۔

یاد رکھو کہ کوئی چیز کسی انسان پر حلال نہیں [illegible] جب تک اس چیز پر اللہ کے بغیر کسی اور کا نام نہ آئے۔ نکاح اسی غیر اللہ نام کے آنے کا نام ہے۔ ورنہ اگر کسی لڑکی کو اللہ کی بندی کہا جائے اور کسی کے نام سے اس کو مقید نہ کیا جائے تو وہ کسی پر حلال نہیں ہو سکتی۔ مسجدوں پر غیر اللہ کا نام پکارا جاتا ہے۔ مثلاً ٹیپو خاں کی مسجد پھر اس میں غیر اللہ کے نام کے بعد نماز کس [illegible] دی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین کو بھی کسی نہ کسی کی ملک قرار دیا ہے۔ قرآن شریف اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ یعنی "زمین تو ہماری ہے جس کو چاہیں ہم اس کا وارث بنا دیتے ہیں" ورنہ اگر اللہ کی زمین کہی جائے تو اس کا استعمال کسی کے لئے جائز نہیں ہوتا۔ اگر کہا جائے کہ فلاں کی زمین ہے اور فلاں کا باغ ہے اور فلاں کا گھر ہے۔ تو اب اس میں غیر اللہ کے نام آجانے سے اس نام والے کو اور دوسرے لوگوں کو اس کی اجازت سے استعمال جائز ہوا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ ستر جگہ رسول پاک کا ذکر فرمایا ہے۔ تین چار جگہ تو میں بتا دیتا ہوں :-

(۱) فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ[1] سود کے متعلق (پارہ ۳ سورہ بقرہ رکوع ۲)

(۲) اِنَّھُمْ کَفَرُوْا [illegible] رَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فَاسِقُوْنَ ۝

(پارہ ۱۰۔ سورہ [illegible])

(۳) اِنَّمَا [illegible] وَرَسُوْلُہٗ وَ[illegible] یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ

---

[1] پس اگر تم ایسا نہ کرو [illegible] تو اللہ اور [illegible] سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ [2] بیشک انہوں نے [illegible] کے منکر ہو کر بیشک انہوں نے [illegible] ایمان والے [illegible]

اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى (پارہ ۱۰۔ سورہ توبہ رکوع ۷)

(۴) وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۷)

ایسی صورت میں اُن لوگوں کے عقیدہ کے مطابق کہ اللہ کے نام کے ساتھ کسی کا نام آجائے۔ تو وہ شرک ہوجاتا ہے۔ سارا قرآن شریف شرک سے بھرا ہوا ہے۔ نعوذ باللہ۔

فاتحہ وغیرہ کی تاریخ مقرر کرنا

کہا جاتا ہے کہ تاریخ مقرر کرکے فاتحہ وغیرہ کرنے سے معاملہ حرام ہوتا ہے۔ غور کیا جائے کہ ایسا کہنے والے کی ماں کی شادی کے وقت اس کے نکاح کے لئے تاریخ مقرر کی گئی تھی۔ یا بلا تاریخ گھر میں گھس گئے تھے۔ اگر تاریخ مقرر کرنے سے حرام ہوجاتا ہے تو اُس کی ماں بھی اُس کے باپ پر حرام ہوجاتی ہے۔

شریعتِ مطہرہ نے جتنے بھی احکام دئے ہیں سب میں تاریخ مقرر ہے بلا تاریخ کوئی چیز نہیں۔ مثلاً روزہ۔ حج وغیرہ۔

درود شریف [illegible]

(۱) درود شریف کے پڑھنے [illegible] سعادت ہے

ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے د[illegible] نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔

(۲) خدا [illegible] پر درود شریف

لہ اور اگر وہ [illegible] رام اللہ کی یاد میں [illegible]

پڑھنا اپنے ذمہ لیا ہے۔ نہ صرف اپنے ذمہ بلکہ فرشتوں کو بھی یہ خدمت مقرر کی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ستر ہزار فرشتے ہر صبح ستر ہزار فرشتے ہر شام درود شریف پڑھتے ہیں۔

پردہ

دنیا کے بادشاہ کے قانون کو جو نہ مانے اس کو باغی قرار دیا جاتا ہے اور وہ قابلِ سزا ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ خدائی قانون کی خلاف ورزی کرنے پر کسی کو سزا نہیں دی جاتی۔ ایسا شخص کس درجہ کا مجرم نہ ہوگا کوئی ننگا نہیں پیدا فرمایا گیا۔ اس سے ہم کو سبق لینا مقصود ہے کہ پردہ ہونا چاہیے۔

وہ لوگ دَیُّوث ہیں جو اپنی عورتوں جوان بیٹیوں کو پردہ میں نہیں رکھتے۔ دَیُّوث کی نسبت حضرت صلعم نے فرمایا کہ اُس کو جنت کی بُو بھی نہیں آئے گی۔

ذکر

ایک شخص نے یہ کہ [illegible] کے دل کو چین و آرام نصیب ہو اُس نے دیکھا کہ [illegible] سوار جا رہا ہے۔ اُس نے خیال کیا کہ گھوڑے پر سوار ہو کے [illegible] آرام ملے گا۔ پس گھوڑا بدلیا۔ پہلے تو صرف اُس کو اپنی جا[illegible] کی جان کا [illegible] کا اس کے دانہ چارہ کا۔ یہ [illegible] خرید اتھا

[illegible] ایمان والو [illegible] وسلام بھیجو۔

[illegible]

آرام ملے گا۔ مگر اس میں اور زیادہ فکر پیدا ہوگیا۔ ایک شخص پالکی میں جا رہا تھا اُس شخص نے دیکھ کر پالکی خریدلی۔ پہلے [illegible] اُس کو صرف اپنا فکر تھا۔ اب پالکی اُٹھانے والے آٹھ آدمیوں کا اُن کے کھانے پینے کا رہائش کا فکر بھی دامنگیر ہوگیا۔ اُس نے کہا کہ میں نے پالکی اس واسطے خریدلی تھی کہ دل کو آرام ملے گا۔ مگر اُس میں اور زیادہ فکر میں مبتلا ہوا۔ پھر اُس نے سوچا بادشاہت [illegible] بیٹھنے سے شاید دل کو آرام ملے گا۔ جس طرح ہوسکا کوشش کر کے بادشاہ کے تخت پر بیٹھا۔ ساری رعیت کے جتنے غم تھے سب اکیلے بادشاہ کی جان پر آگئے۔ آخر کو وہ نا اُمید ہوگیا۔ اور کہہ اُٹھا کہ دنیا جائے آرامی۔ بے چینی۔ پریشانی اور آلام کا گھر ہے۔ ؎

ایں[1] کمال آمد کہ با فرزند و زن　　　　از ہمہ فرزند و زن فارغ بُدن
ورنہ[2] دنیا کسے بے غم نباشد　　　　اگر باشد بنی آدم نباشد

آخر کو وہ شخص جو دل کے چین کا طالب تھا اور دنیا کو غموں اور فکروں کا گھر قرار دے چکا تھا۔ اور دنیا میں رہ کر دل کا آرام نصیب ہونے سے بالکل نا اُمید ہوگیا تھا۔ اپنے مقام سے نکل گیا۔ چلتے چلتے ایک درویش کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ جب تک اُس کی خدمت میں بیٹھا رہا اُس کے دل کو آرام رہا۔ سُکھ رہا۔ اُس نے اُس وقت یہ شعر پڑھا۔

ناسُکھ[3] گھوڑے پالکی ناسکھ چھتر کا چھاں　　　　[illegible] جگت میں پا سکھو سنتا مان

دل کو آرام اُس وقت مل سکتا ہے یا تو خود [illegible] کی صحبت میں جا کر بیٹھے۔ مثلاً ا[illegible] نابینا دھوپ میں جا [illegible] میں ایک

---

[1] کمال یہ ہے کہ فرزند [illegible] ہوئے آدمی فرزند [illegible] فرزند میں اس کا دل پھنسا ہوا نہ ہو۔ [illegible]
[3] نہ آرام گھوڑے میں نہ پالکی میں نہ چھتر شاہی کے [illegible] آرام اللہ کی یاد میں [illegible]

درخت آئے اور نابینا اس کے نیچے بیٹھ جائے مگر اُس نابینا سے کوئی یہ نہ کہے کہ درخت ہے تو بھی اُس کو معلوم ہو جائے گا کہ دھوپ کے مقابلہ [illegible] اب آرام ہے۔ یہ ایک فطرتی بات ہے اسی طرح دل کو چین اُسی وقت آئے گا جب اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھے یا خود ذکر کرے۔ ذکر کرنے والوں کے ذہن میں اللہ تعالیٰ دنیا اور دنیا والوں سے استغنا پیدا کرتا ہے۔

(۲) حضرت عالمگیر [illegible] تمام صوبیداروں کو حکم دیا کہ اپنے اپنے علاقوں میں کوئی کامل بزرگ ہو تو اُس [illegible] خبر پہنچانا۔ دریائے گنگا کے کنارے ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ یوپی کے صوبیدار نے بادشاہ کو اطلاع دی۔ حضرت عالمگیر نے اپنے وزیر سعد اللہ خاں کو ساتھ لیا (جس نے پنجاب میں سنگ لرزاں کی مسجد بنوائی ہے جو آج تک اس کی یادگار ہے) اور اس بزرگ کے پاس جانے کے لئے نکلے۔ جب قریب بزرگ کے پہنچے۔ بزرگ نے دور سے دیکھا کہ کوئی آرہے ہیں۔ بیٹھے تھے تو لیٹ گئے۔ بادشاہ اور وزیر بزرگ کے پاس جاکر کھڑے رہے۔ وزیر نے کہا کہ بادشاہ سلامت تشریف لائے۔ آپ نے سلام تک نہ کیا۔ بزرگ فرمانے لگے کہ تو آدمی تو سمجھدار معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ بات تو نے سمجھی نہیں کی۔ باہر سے آنے والے پر فرض ہے کہ وہ سلام کرے نہ کہ لیٹے ہوئے پر سلام کرنا فرض ہے۔ سلام کرنا تم پر فرض تھا کہ تم باہر سے آئے تھے۔ غلطی تمہاری [illegible] میرے اوپر لگاتے ہو۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ فی الواقع غلطی ہوئی۔ [illegible]

آپ [illegible] نے کہا کہ ٹانگیں کب سے لمبی کی ہیں فرمایا کہ جب سے ہاتھ کھینچ لئے [illegible] کہا کہ پھر معافی مانگ۔ جب یہ آرہے تھے تو بزرگ کے پاس کتا تھا [illegible] بزرگ نے کہا کہ بھوکا [illegible] سے ہے۔ تیرے ہم جنس آئے ہیں۔ وزیر [illegible] کی زیارت [illegible] ہم کو کتے سے [illegible] فرمان بردار [illegible] کتا فرمان بردار

ہے۔ یہ کُتا ہر وقت میرے پاس رہتا ہے۔ بھوکا ہو یا پیاسا۔ جو حکم اس کو کرتا ہوں وہ من و عن مانتا ہے۔ تم تو اس طرح اپنے مالک کا حکم نہیں مانتے۔ پھر بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ معافی مانگ لے۔ عرض کی کہ حضرت میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیں۔ کسی کا قرض آپ کے ذمہ ہو تو فرمائیں۔ ادا کر دیا جائے گا۔ فرمایا کہ نہ میرے ذمہ کسی کا قرض ہے اور نہ مجھے کوئی ضرورت ہے۔ بادشاہ اور وزیر واپس چلے گئے۔ اور اپنے صوبیدار کو خط لکھا کہ جن بزرگوں کی تم نے تعریف کی تھی ہم نے ان کو اس سے زیادہ پایا۔ جو کچھ تم نے لکھا ہے۔ یہ ہے اللہ کا ذکر کرنے والوں کا اطمینان اور استغنا از مخلوق۔

(۳) جو لوگ اللہ کا ذکر کرنے والے ہوں ان کے اندر سے جو دھواں نکلے گا وہ اللہ کا نور ہے۔ نور کے اندر سے نور نکلے گا۔

(۴) اگر دس ذاکر ہوں۔ ایک غافل تو ذاکر غافل کو بھی نورانی کر دیں گے۔ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی صحبت میں رہنے سے اطمینان ملے گا۔

(۵) ذکر کی دو قسمیں ہیں (۱) زبان سے (۲) دل سے۔

ایک دفعہ بھی اللہ کا لفظ زبان سے نکلا تو وہ زبان کا ذکر ہوا۔ دل سے ایک مرتبہ اللہ کو یاد کیا تو تین کروڑ پچاس لاکھ مرتبہ ذکر زبان کے برابر ہوگا۔ یہ دل کا ذکر ہے۔ سارے جسم کی رگیں تین کروڑ پچاس لاکھ ہیں۔ دل سے یہ سب ساری رگیں لگی ہوئی ہیں ایک دفعہ دل سے اللہ کا نام لیا تو ساری رگیں بھی اللہ کا نام لیتی ہیں۔

(۶) جتنے ذکر ہیں سب سے اللہ کا ذکر بڑھ کر ہے۔

(۷) یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ [illegible] کثرت سے کرو۔ کثرت کی کوئی حد نہیں ہے۔ اتنا ذکر کرو کہ لوگ [illegible]

(۸) اللہ کا [illegible] والوں کا خلقت میں [illegible] کو نہیں۔ جسم کو مٹی لگ [illegible] کے دروازے [illegible] کہ اس ان کا یہ



جان ہے کہ ان کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے ؎

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر[1] تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

(۹) اللہ کا ذکر کرنے والا جس زمین پر بیٹھ جائے یا جس زمین پر گزر جائے وہ زمین فخر کرتی ہے کہ [illegible]ے اوپر ایک اللہ کا ذکر کرنے والا ہے۔ پس جس جگہ نیکوں کا گذر ہو جائے وہاں قیام [illegible] لوں کے پاس بیٹھنے کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔

(۱۰) اس شخص کی [illegible] کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا۔ اس کی مثال زندہ مردہ کی ہے۔ حضرت ثابت النعمانؒ نے اپنے زیارت کرنے والے سے فرمایا کہ جس وقت میں اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہوں۔ اس وقت سارے جہان میں یہ مشہور ہوتا ہے کہ میں مر گیا۔

(۱۱) جتنی عبادتیں اور جتنے نیک کام ہیں ان سب میں بزرگ عبادت رب کی یاد ہے۔ شہادت سے بڑھ کر رب کی یاد ہے۔

(۱۲) اطمینان ظاہر اور چیز ہے اور اطمینان قلب اور چیز ہے۔ سچے دل سے کلمہ شریف پڑھ لیا اس کو مومن کہیں گے۔ مگر دل کو آرام نصیب ہوگا اللہ کے ذکر سے۔ بیوی۔ بچے۔ مال و دولت۔ گھوڑا ساز و سامان۔ کسی میں اطمینان نہیں۔ سوائے ذکر اللہ کے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[2]۔ رب نے جتنی نعمتیں بخشی ہیں اپنے بندوں کو۔ ان ساری نعمتوں میں اطمینان قلب سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔

(۱۳) دریا میں کشتی پانی کے اوپر رہتی ہے جتنا پانی زیادہ ہوگا اتنا ہی کشتی کو آرام ملے [illegible] ہی پانی کشتی میں آگیا تو کشتی ڈوب جائے گی۔ دل کشتی ہے۔ دنیا کے رنج و غم پانی [illegible] ڈوبی ہوئی ہے۔ مگر اللہ کے بندوں کی کشتی یعنی ذاکروں کی [illegible] ہے

۱؎ دنیا کے خاکسار [illegible] کو کیا خبر اس گرد میں سے [illegible] آجائے۔

۲؎ بیشک اللہ کے ذکر [illegible] پاتا قرار

کی کشتی تیرتی ہوئی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

آب در کشتی ہلاک کشتی ست

لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ۔ یہ خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ع۔ اچھے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

ع۔ نہ شو دائے خود شاں

(۱۴) صوفیائے کرام نے جو مقرر کیا ہے وہ [illegible] رار دم رات دن میں آتا ہے۔ ہر دم پر ذکر کیا جائے۔ جو دم غافل سو دم کافر۔ آنکھیں کان۔ زبان۔ ہاتھ اپنے اپنے فرائض کے لئے۔ دل اپنے ذکر کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ پس جو کام دل کا ہے وہی اُس سے لینا چاہیئے۔ اُس پر کوئی خطرہ یا غم گزرنے نہ پائے۔

(۱۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص اللہ کی یاد سے غافل ہے اُس کے ساتھ ہم شیطان کو مقرر کر دیتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ ؕ

چوں ولت بے یادِ اُو ہست بود　　　دیوِ ملعون یار و ہم راہت بود

(۱۶) لِکُلِّ شَیْءٍ مَصْقَلَۃٌ وَمَصْقَلَۃُ الْقَلْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ دل کی صیقل کرنے کے لئے سوائے اللہ کے ذکر کے کوئی آلہ رب نے نہیں پیدا کیا۔

لے جو چیز تم سے جاتی رہے اس پر غمگین نہ ہو اور جو تمہیں مل جائے اس پر خوشی سے پھول نہ جاؤ۔

لے نہ اپنا غم نہ دوسرے کی پرواہ۔ ۳ اور جو شخص بغیر اللہ کا ذکر کئے زندگی [illegible] ہم اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں۔ پس وہ اس کے ساتھ رہتا ہے [illegible] تعالیٰ کے لئے ایک آلہ ہوتا ہے [illegible] نے کا آلہ اللہ تعالیٰ کا ذکر

متفرق ارشادات

(۱) مکہ سے مدینہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں ہجرت فرمائی۔ وجہ یہ ہے کہ اگر آپ [illegible] کے [illegible] تشریف رکھتے تو اسی جگہ آپ کا مزار شریف بنایا جاتا۔ [illegible] اعتراض ہوتا کہ مسلمان اپنے پیغمبر کی قبر کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس [illegible] مدینہ کے جانے کا حکم ہوا۔ تاکہ کوئی اعتراض کسی قوم کا عائد نہ ہو۔

(۲) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ آپ کی ذات کو ہم نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔ اس لئے آپ کی وجہ سے کافروں کو بھی عذاب نہیں دیا جاتا۔ دنیا میں وہ بچے ہوئے ہیں آپ کی ذات کی وجہ سے بعض لوگوں نے اس آیت شریف کے یہ معنی کئے ہیں کہ جن میں آپ تشریف رکھتے ہیں۔ اُن کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ یہ غلط معنی ہیں۔

(۳) جن کے دل میں نورِ ایمان ہے ان کی پیشانیوں سے وہ نور ظاہر ہے۔ جن کے دل سیاہ ہیں ان کی پیشانیوں سے وہی ظاہر ہوگا۔

(۴) وضو کا پانی جس جگہ لگے گا وہ دوزخ میں نہ جلے گا۔

(۵) قبلہ شریف کی تعظیم کے لئے نزدیک و دور والوں کے لئے یکساں حکم ہے۔

(۶) مسئلہ سناتے ہیں تو کہتے ہیں نااتفاقی پھیلاتے ہیں۔ حالانکہ ہم تو سب کو ایک کر[illegible]شش کرتے ہیں۔ تم کو ایمان بچانا ہو تو وہی پُرانا دین قائم جو اپنے باپ [illegible] آج کل ایمان کے ڈاکو بہت پیدا ہو گئے ہیں۔ ان سے بچو۔ ان کی صحبت [illegible]

طوطی کی جھلوں [illegible] ہم کو تو اپنے سایہ [illegible] پا پکتا فرمائی

(۷) ایک بزرگ تھے اُن کے پاس پانچسو روپیہ تھے۔ ایک دن ایک مولوی سے فرمایا کہ طاق میں ایک تھیلی ہے اس کو لاؤ۔ جب تھیلی لائی گئی تو فرمایا۔ کہ پانچ روپیہ رکھ لو۔ باقی مدرسہ میں لے جاکر دے دو۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ آپ کو پیسہ سے بڑی محبت تھی۔ [illegible] فرمایا کہ میں کل فلاں وقت مرنے والا ہوں۔ اس لئے چاہتا [illegible] پیسے کو اپنے ساتھ ہی لے جاؤں۔ یہاں نہ چھوڑوں۔ جب میں [illegible] ان پانچ روپیہ میں سے میری تجہیز و تکفین کرنا۔ مولوی صاحب ۴۹۵ روپیہ مدرسہ میں دے آئے اور دوسرے دن جب وقت مقررہ پر بزرگ کے پاس گئے تو معلوم ہوا کہ مُردہ ہیں۔ حسب وصیت ان پانچ روپیوں سے کفن دفن کا انتظام کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو روپیہ زندگی میں دیا گیا وہ آخرت کا توشہ ہوتا ہے۔ اور وہ ساتھ آتا ہے۔ جو روپیہ چھوڑ دیا اس کا ثواب نہیں ملتا۔ ہر چیز خرچ کرنے سے کم ہوتی ہے۔ مگر خدا کی راہ میں دینے اور خرچ کرنے سے وہ بڑھتی ہے۔ اس طرح خرچ کرنے سے اس کا ثواب ذوگونہ سے سات سوگنے تک ملتا ہے۔

(۸) ایک عیسائی پادری نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ادب سے نہیں لیا۔ ایک بھنگی تھا اس نے اس کو کہا کہ ادب سے نام لے۔ اس پادری نے نہ مانا۔ بھنگی نے پادری کو لاٹھی سے مارا۔ وہ مرگیا۔ مقدمہ رجوعِ عدالت کیا گیا۔ جج نے تصفیہ کیا۔ کہ پادری نے اشتعال دلایا۔ بھنگی کا قصور نہیں۔ وہ بری کردیا گیا۔ وہ بھنگی ہی ایماندار تھا۔ باقی سب بے ایمان۔ گو بھنگی میں [illegible] لیکن اس میں محبت حضرتؐ کی تھی۔

(۹) ایک [illegible] کا بچہ اگر اس کو بلاؤ [illegible] غصہ میں آتا ہے اور گالی [illegible] لڑنے لگتا ہے۔ بلکہ [illegible] اس [illegible] مسلمان

ہیں کہ ان میں اس تین برس کے بچّے کی اتنی سمجھ بھی نہیں ہے۔ ہر روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں ہوتی ہیں جو ہمارے ماں باپ سے ہزار درجہ افضل ہیں۔ مگر ہم کو کبھی اس کا خیال تک نہیں آتا۔

(۱۰) دین کے [illegible] والی ہاتھ نہ جانا چاہیے۔

(۱۱) حلم [illegible] نیچے اور اس کے اوپر اس کی تفسیر رکھنی جائز نہیں۔

(۱۲) آدمی کو چاہیئے کہ خود علم دین حاصل کرے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلائے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو علم دین حاصل کرنے والوں کی مدد کرے۔

(۱۳) کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ دنیا کی ہر نئی چیز کو پسند کر سکتے ہو لیکن دین وہی پرانا قدیم ہی اختیار کرو۔ جس کو تمھارے باپ دادا نے اختیار کیا تھا۔

(۱۴) جھوٹے نبی کی شناخت۔

(۱) کسی نبی کا نام مرکب نہیں ہوا۔ مفرد ہی رہا۔ مثلاً نوحؑ۔ عیسیٰؑ۔ موسیٰؑ جس کا نام مرکب وہ جھوٹا نبی ہے۔

(۲) کسی نبی کا دنیا میں کوئی استاد نہ تھا۔ اگر کوئی دنیا کے استاد سے سبق سیکھ کر پیغمبری کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا نبی ہے۔

(۳) [illegible] وحی نازل ہوئی اس نے وحی نازل ہوتے ہی نبوّت کا اعلان کردیا۔ جو شخص [illegible] مدارج طے کرکے آخر میں نبوّت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے

[illegible] پیغمبر [illegible] جھوٹ نہیں کہا۔ جو [illegible] یہ کہتا فرمایا

بھی جھوٹ بولے وہ جھوٹا نبی ہے۔

(۱۴) ایک نام کے دو پیغمبر نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں۔

(۱۵) معراج شریف کی صبح کو ابو جہل نے صدیق اکبر رضی ... طعن کے طور پر کہا تھا اور واقعۂ معراج کی تکذیب کی تھی لیکن حضرت ... نے تصدیق فرمائی۔ اس لئے صدیق کہلائے۔ پس جو شخص ... تصدیق کرے وہ صدیق اکبر رضی کے پیروؤں میں سے ہے اور جو تکذیب کرے ... جہل کے۔

(۱۶) آج پیرانِ عظام پر حملے ہوا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان نیک بندوں کے طفیل میں دوسروں کو رزق ملتا ہے۔ اس لئے پیرانِ عظام پر حملہ کرنے سے بچنا چاہیے۔

(۱۷) دعا کے دو پر ہیں (۱) اکلِ حلال (۲) صدقِ مقال۔ جو حلال سے کما کے کھائے اور سچ بولے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

(۱۸) یاد رکھنے کا مسئلہ۔ ہل چلانا۔ روزہ۔ نماز حج ہے۔ بیج ڈالنا زکوٰۃ دینا ہے۔

(۱۹) سود حرام قطعی ہے۔ اس میں بنکوں کا سود بھی شامل ہے۔ جو شخص سود لیتا ہے۔ اس کی نسبت حکم ہوا ہے۔ کہ اس نے ستر مرتبہ ماں کے ساتھ زنا کیا۔ سود لینے والا خدا سے جھگڑتا ہے۔ جھگڑا کر کے کوئی کیا نتیجہ حاصل کرے گا۔ سود لینے والا خدا کے سامنے ایسا کھڑا رہے گا جیسے کہ آسیب زدہ یعنی لڑکھڑاتا ہوا۔ کبھی اس کو اطمینان حاصل نہ رہے گا۔

(۲۰) ایک عورت چار مردوں کو دوزخ میں لے ... بڑا بھائی۔ شوہر۔ بڑا بیٹا ... اس کو مسائلِ شرعی نہیں ...

... شریف:۔ کوڑھی سے اس ... طرح ... عقید ...

لوگوں سے جسمانی روحانی دونوں طرح کا نقصان ہے لہذا ان کی صحبت سے بچنا چاہیئے ورنہ ایمان سلامت رہنا مشکل ہے۔

(۲۲) اللہ تعالیٰ کی ذات تصور میں نہیں آسکتی۔ اگر کوئی تصور میں لائے تو کافر ہو جائے گا ... ہیں کی ذاتِ پاک تصور وغیرہ سے پاک اور بالکل بری ...

(۲۳) قبروں کا ... علیہ السلام کے زمانہ سے ثابت ہے۔ جتنے پیغمبر گزرے ہیں سب کی قبریں بنتی رہی ہیں۔

(۲۴) دنیا میں پیغمبر (۱۲۴۰۰۰) اور رسول (۳۱۳) اولوالعزم (۶) مصطفیٰ (۱) آئے ہیں۔

(۲۵) مدینہ شریف کی حاضری کے زمانہ میں آداب کا لحاظ ضرور رکھنا چاہیئے۔ کم از کم صورت مسلمان کی بنانی چاہیئے۔ کرزن فیشن فرنچ کٹ وغیرہ سے پرہیز ضروری ہے۔

(۲۶) راہِ خدا میں جو کچھ دینا ہو وہ اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے دینا چاہیئے۔ مرنے کے بعد ہمارے نام پر نہ بیوی دے گی نہ بچے۔ بلکہ ہماری قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لئے آنا تک مشکل ہوگا۔

(۲۷) جو شخص تم سے مانگتا ہے وہ دراصل تم پر احسان کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ ایک پیسہ تم سے مانگتا ہے اور خدائے تعالیٰ اس کا اجر تم کو سات سو تک دیتا ...

(۲۸) ... طرح رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف فرض ہے اُسی ... پر بھی درود پڑھنا فرض ... نماز ہی نہیں ہوسکتی ...

... یہ کتا فرمائی ...

(۲۹) سید کو زکوٰۃ لینا درست نہیں ہے اس لئے کہ وہ مال اُسی کا صدقہ ہے۔

(۳۰) بیش از قسمت بیش از وقت کچھ ملتا نہیں۔

(۳۱) دل خدائے تعالیٰ نے اپنے ذکر کے لئے پیدا کیا ہے۔ پریشانیوں کے لئے نہیں پیدا کیا۔

(۳۲) پہلی اُمتوں میں جو لوگ گناہ کرتے تو [illegible] تھے۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ پاک میرے نام لیوا جو ہیں ان [illegible] بدلیں گے۔

(۳۳) قیامت اُس وقت آئے گی جب کہ اللہ کا کوئی بندہ اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا۔

(۳۴) بزرگانِ دین کا ادب کرو اگر وہ ناراض ہو جائیں تو پھر کہیں بھلائی کی اُمید نہیں۔ ایک کا مردود سب کا مردود۔ ایک مرغی کسی انڈے کو گندا کر دے تو ہزار قابل مرغیوں کے نیچے اس انڈے کو رکھا جائے کبھی اس میں بچہ پیدا ہو نہیں سکتا۔

(۳۵) جو شخص بندہ کا شکریہ ادا نہ کرے وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔

(۳۶) خدا کا کلام خدا ہی کے لئے پڑھو۔ دنیا کے لئے پڑھنا ایسا ہے گویا لعل دے کر کوڑیاں لینا۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ کے واسطے پڑھنے کے بعد اس کے طفیل میں اللہ تعالیٰ خود دنیا کا فائدہ بھی دیدے۔

(۳۷) جس میں غیرت نہیں اُس میں ایمان بھی نہیں۔

(۳۸) دعوت کا قبول کرنا سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ [illegible] فرمایا کہ اگر تین میل کے فاصلے پر بھی کوئی دعوت دے اور [illegible] بھی اس کی دعوت [illegible] ہیئے۔

[illegible] تعالیٰ نے دو چیزیں اپنے [illegible] کے [illegible] ہیں۔

(۱) جہنم (۲) جنت۔ جو حضرتؓ کے دشمن ہیں اُن کے لئے جہنم۔ جو آپ کی محبت والے ہیں ان کے لئے جنت۔ جو لوگ یہ فکر کرتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد جہنم میں جائیں گے یا جنت میں ان کو سوچ لینا چاہیئے کہ وہ حضرت کے دشمن ہیں یا ان کے ساتھ محبت کی کے ...

(۴۰) ایک ... جس دن میرے پاس لینے کے لئے زیادہ آدمی آتے ہیں اس دن ... ہوتا ہوں اور جس دن کوئی نہیں آتا مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ جو کوئی مجھ سے لینے کے لئے آتا ہے وہ دراصل لینے کے لئے نہیں آتا بلکہ دینے کے لئے آتا ہے۔ مجھ کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے میرے دروازہ پر اس کو بھیجا۔ مجھ کو اگر اس کے دروازے پر بھیجتا تو میں کیا کر سکتا۔ مالک دونوں کا ایک ہے۔

(۴۱) وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (پارہ ۶ سورہ مائدہ تیسرے ربع کا آخر) "جو ان کے (کافروں) کے ساتھ ہوا وہ ان میں سے ہوا"

(۴۲) قرآن پاک کے سورہ اَلْحَمْد شریف کی آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے تقلید کا ثبوت اور اس کی ضرورت ثابت ہے۔

(۴۳) وَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تھے۔ یہ حکم کہ صرف ایک پیغمبر حضرت ابراہیمؑ کے مذہب کی تابع داری کرو۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ ... تقلید فرض ہے۔

(۴۴) ... قیامت ہوگی سب کی قبروں میں اندھیرا ہوگا۔ مگر تہجد پڑھنے والے کی قبر ... میں روشنی ہوگی ...

... اور سورہ تَبَارَكَ الَّذِيْ ... پڑھتا فرمایا ...

پڑھنے کی وجہ سے قبر میں عذاب نہ ہوگا۔

(۴۵) دنیا میں اس طرح رہو جس طرح ایک مسافر رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دُنیا پُل ہے اُس کے آگے پیچھے لمبا سفر ہے۔

(۴۶) حضرت ابراہیم اُدہم زمانۂ بادشاہی [illegible] کر ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ وہاں ایک کنوا[illegible] مسافر آ گیا۔ وہ بھی درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ مسافر نے ایک [illegible] میں ڈالا۔ ابھی وہ حلق میں گیا بھی نہیں۔ مسافر نے کہا مولیٰ میں تیری کن کن نعمتوں کا شکر ادا کروں۔ روٹی کا۔ ٹھنڈے پانی کا۔ درخت کے سایہ کا۔ حضرت صاحب مدہوش ہو گئے۔ کہ میں اتنی نعمتوں سے متمتع ہوں مگر کبھی شکریہ ادا نہیں کیا۔

(۴۷) انسان دو صفات کا مجموعہ ہے۔

(۱) اچھی صفات۔ یعنی ملکوتی۔ ان کی ترقی سے انسان فرشتوں سے بڑھ سکتا ہے۔

(۲) بُری صفات۔ یعنی شیطانی۔ ان کی ترقی سے انسان شیطان سے بڑھ جاتا ہے۔

(۴۸) موت اور نیند دو چیزیں ہیں۔ روح واپس نہ آئے تو موت۔ روح واپس آئے تو نیند۔

(۴۹) دنیا کا مال و دولت خدا کی راہ میں روک نہیں ہے مگر جب کہ دل میں اس کی جگہ ہو۔

(۵۱) نعم الامیر علی باب الفقیر [illegible] الفقیر [illegible] باب الامیر

(۵۲) اگر [illegible] سگ دنیا ہوا فقیر [illegible] میں جا ملا

۵۱ [illegible] کے دروازے پر جائے۔ بُرا ہے وہ [illegible]

(۵۲) انسان بدعمل ہو تو ہو لیکن خدا کرے بدعقیدہ نہ ہو۔

(۵۳) بدعقیدہ لوگوں کی صحبت میں مت رہو بلکہ ان کے بیٹھنے کی جگہ پر بھی مت بیٹھو۔

(۵۴) ... کے ... صراط پر سے گزرے گا تو دوزخ کی آگ کہے گی جُز یا مؤمن ... سے گزر جا۔ کہ تیرے نور کی وجہ سے میری آگ ٹھنڈی ہوئی جاتی ...

(۵۵) سر خاک پر رکھ کر انسان پاک ہو جاتا ہے ؎

کیا حق ہے زمیں پہ پاؤں رکھنے کا ہمیں　　رکھا نہیں جب سجدہ میں سر اک دن بھی

(۵۶) شتر بے مہار منزلِ مقصود کو نہیں پہنچتا جدھر جائے گا ڈنڈے مار کھائے گا قطار کا اونٹ خواہ کتنا ہی دُبلا اور بیمار کیوں نہ ہو ضرور منزل پر پہنچے گا۔

(۵۷) جسم برتنے کے لئے دیا گیا ہے نہ کہ پالنے اور موٹا کرنے کے لئے ؎

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سایہ تلے

تمام شد

نوشتہ محمد حفیظ الدین اکبرآبادی

۵۸/۲







اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْجَلِيْلِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى
۱۳ / ۲ / ۱۳ھ



ملفوظاتِ امیر الملّت

(۱)

ملفوظات اپنے آپ لکھوائے ہیں — کیسا احسان قبلۂ عالم سے ہے
تاریخ ہے یہ اشاعتِ ثانی کی — "خالص فیضانِ قبلۂ عالم ہے"
۱۹۵۵ء

---

(۲)

تشنگانِ دیں کو شربت مل گیا — قبلۂ عالم نے فرمائی جو بات
مُ[illegible] دل کو مژدہ یہ تاریخ ہے — "کہیے ملفوظات کیا آب [illegible]ات"
۱۹۵۵ء

---

(۳)

قبلۂ عالم [illegible] یہ باتیں — اِن [illegible] شد
قا[illegible] سالِ اشاعت — "[illegible]"

(۴)

عالم میں قطب ارشاد ایسا کوئی نہیں تھا کوئی نہیں ہے
تاریخ طبع ارشاد لکھئے ارشادِ مرشدِ حق الیقین ہے
۱۳۷۴ھ

(۵)

یہ ملفوظات ... ہیں شمعِ ہدایت ۔ خضرِ یقیں
تاریخ میں کہہ دوں ان میں جو ہے قرآن و حدیث و شرعِ متیں
۱۹۵۵ء

۶

تاریخِ طبعِ اول جو لکھئے کہیے "بسعیِ مشکورِ عثمان"
۱۳۶۹ھ
شامل ہو "تصنیف" اس میں تو پھر ہو تاریخِ طبعِ ثانی نمایاں
۵۸۶
۱۹۵۵ء

(۷)

یہ چھپوایا ہے عالمگیر خاں نے جسے اک نسخۂ اکسیر کہیئے
تو اس کی، قادری، تاریخ موزوں "بقائے فیضِ عالمگیر" کہیئے
۱۳۷۴ھ

۸

اعلیٰ ... شوار ملفوظاتِ اقدس کی مگر تھا التفاتِ خاص یارانِ کراچی کا
جو دیکھے ... دبا نمد ... و اکمل تھدی کہ "جلوہ نما اخلاص یارانِ کراچی کا"
۱۳۷۴ھ

... حامد حسن قادری ... ربا پیکٹا فرمائے
۱۳۷۴ھ

حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ کے ملفوظات و خطبات

۱۔ یارانِ طریقت یا پیر بھائی۔ (ارشادات حضرت قبلۂ عالمؒ [illegible] صفحے مطبوعہ منشی حسام الدین صاحب منیجر انوار الصوفیہ لاہور (اب نایاب ہے)

۲۔ اطاعتِ مرشد۔ (ارشادات حضرتؒ بقلم حافظ علی [illegible])

۳۔ مریدِ صادق۔ (ارشادات بہ دستخط حضرت [illegible] ہوئے۔ ۴۶ صفحے۔ مطبوعہ انجمن خدام الصوفیہ لاہور

۴۔ خطبۂ صدارت لائل پور۔ (ارشاد فرمودہ حضرت قبلۂ عالم [illegible] کانفرنس لائل پور مارچ ۱۹۲۱ء ۱۶ صفحے۔ مطبوعہ انجمن لاہور (نایاب)

۵۔ خطبۂ صدارت مراد آباد۔ (ارشاد فرمودہ حضرتؒ بموقع سنی کانفرنس مراد آباد۔ مارچ ۱۹۲۵ء ۴۸ صفحے۔ مطبوعہ انجمن باہتمام خواجہ کرم الٰہی صاحب۔ (نایاب)

۶۔ برکات علی پور شریف۔ (سیرت طیبہ حضرت قبلۂ عالمؒ و حالات سفر میسور ۱۹۰۷ء) مرتبہ مولانا خیر شاہ صاحبؒ خلیفہ حضور قبلۂ عالم) ضخامت تقریباً ۲۰۰ صفحے۔ (نایاب)

۷۔ تذکرۂ شاہ جماعتؒ مرتبہ مولوی قاضی عبدالقادر صاحب فیاض میسوری جماعتی (ضخامت ۲۱۳ صفحے مطبوعہ حاجی اے محمد اسحٰق صاحب۔ بیاد نے اسٹیٹ۔ سکلاش پور۔ ریاست میسور ۱۹۵۴ء (پاکستان میں نایاب)

۸۔ تحفۂ شاہ جماعتؒ (اثباتِ بیعتِ طریقت) جس کو حضرت قبلۂ عالمؒ نے ۱۹۱۱ء میں تحریر فرمایا تھا۔ (مطبوعہ مولوی غلام رسول صاحب گوہر۔ ایڈیٹر مبلغ۔ قصور) ضخامت ۴۰ صفحے۔ قیمت آٹھ آنے

۹۔ قومی کارنامے (حضرت قبلۂ عالم کی قومی و دینی خدمات) مرتبہ حضرت مولانا عبدالمجید خاں صاحب قصوری (نایاب)

۱۰۔ کوکبۂ غزوۂ بدر (حالات حضرات اصحاب بدر رضی اللہ عنہم مرتبہ حضرت الحاج خان بہادر بخشی مصطفےٰ علی خاں صاحب میسوری مدنی خلیفہ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم رضی اللہ عنہ (مطبوعہ بنگلور ۱۹۵۵ء) ضخامت تقریباً ۱۱۰۰ صفحے قیمت مجلد دو روپیہ۔ غیر مجلد [illegible] ملنے کا پتہ: ۱۔ مکتبۂ فریدی۔ اردو کالج کراچی (۲) سید عبدالحفیظ صاحب تاجر پارچہ نمبر ۴۱-۴۲- مینا کشی کویل اسٹریٹ۔ بنگلور

۱۱۔ جامع الکرامات۔ (حالات و کرامات حضرت حافظ شاہ جمال اللہ صاحب [illegible] محبوب الٰہی شاہ درگاہی صاحبؒ رامپوری) مترجمہ حامد حسن قادری [illegible] ۱۷۶ صفحے) قیمت دو روپیہ (مطبوعہ انجمن خدام قوم۔ ڈولی کھار آگرہ)

۱۲۔ شورِ محشر۔ (نعت و منقبت و مرثیہ اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم [illegible] قادری [illegible] جس کو [illegible] اکتوبر ۱۹۵۱ء میں چھپوا کر پاک [illegible])

ایک درخواست

حضرت [illegible] سجادہ نشین دربار علی پور شریف دامت برکاتہم
کے حکم وارشاد [illegible] انجمن خدام الصوفیہ کراچی کی
طرف سے سیرۃ طیبہ اعلیحضرت قبلہ عالم امیر ملت رضی اللہ عنہ
کی تالیف واشاعت کا اہتمام ہو رہا ہے۔ اس لئے تمام یاران طریقت سے درخواست
ہے کہ جن صاحب کے پاس جو حالات وکرامات تحریر شدہ موجود ہوں یا اپنی یاد سے
لکھ سکیں وہ سب جس قدر جلد ممکن ہو احقر کو ذیل کے پتے پر ارسال فرمادیں
تاکہ کتاب جلد مرتب وشائع ہو سکے۔ ایسے معاونین کا تذکرہ وشکریہ کتاب میں
درج کیا جائے گا۔

دوسری کتاب زیر تجویز مکتوبات شریف امیر ملت ہے جس کو انجمن
خدام الصوفیہ کراچی جلد شائع کرانا چاہتی ہے۔ اس کے لئے بھی گذارش ہے
کہ جن پیر بھائیوں کے پاس حضور والا کے قلم مبارک سے لکھے ہوئے خطوط ہوں۔
یا ایسے مکتوبات ہوں جن کو حضور نے زبان مبارک سے ارشاد فرما کر [illegible]
[illegible] لکھوایا ہے۔ ان سب کی نقلیں ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔
[illegible] روانہ فرمادیں۔ ان کو نقل کرکے باحتیاط تمام واپس
ارسال [illegible] جائے گا۔

عرض [illegible] قادری۔ ناظم آباد۔ نمبر [illegible] کراچی [illegible]
[illegible]

ملفوظا۔ ۔مبرالملت

کے ملنے کے پتے



(۱) سید نصرت حسین ۱۶ - دولہ۔ منزل گڈوانی اسٹریٹ
کراچی نمبر ۳

(۲) مکتبہ فریدی - اردو کالج - کراچی